Fikr-o-Nasar vol.1:5 (1963) © rasailojaraid.com

تحقیق ربوا

ڈاکٹر فضل الرحمن

(نوٹ :—فارسی زبان کا لفظ ' سود ' قرآنی اصطلاح ' ربوا ' کا مترادف نہیں ہے - اس فارسی لفظ کے لغوی معنی ' نفع ' ہیں جس کا ضد ' زیاں ' ہے اور جس کا عربی مترادف ' ربح ' ہے- اس مقالے میں ' ربوا ' کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے- لیکن قرآن کے اصطلاحی ربوا کا اردو ' فارسی یا کسی اور عجمی زبان میں ترجمہ کرنا راقم الحروف کے نزدیک نہ صرف سعی لاحاصل ہے بلکہ بنائے باطل بھی -)

ربوا یا ربا (مادہ : ر، ب، و) کے لغوی معنے ہیں : اگنا، نشو و نما پانا، جیسے

وتری الارض هامدة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت و ربت- (الحج، ۲۳ : ۵)

(اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ لہلہانے اور نشو و نما پانے لگتی ہے-) بڑھنا (جیسے :

يمحق الله الربوا ويربي الصدقات (البقرة، ۲ : ۳۸) -

(اللہ ربوا کو گھٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے) -

وما آتيتم من ربآ ليربوا فی اموال الناس فلا يربوا عندالله - (الروم، ۳۰ : ۳۹)

(اور جو مال ربوا میں لگاتے ہو کہ لوگوں کی دولت میں جا کر بڑھ جائے تو اللہ کے نزدیک یہ بڑھوتری نہیں ہے)- ابھرنا (جیسے

وآوينهما بربوة - (المومنون، ۲۳ : ۵۰)

(اور ہم نے ان دونوں کو ابھری ہوئی جگہ' یعنی ٹیلے پر پناہ دی -

كمثل جنة بربوة - (البقرة، ۲ : ۲٦۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(کسی باغ کی مثل جو کسی ٹیلے پر ہو) - پھولنا (جیسے
فاحتمل السیل زبداً رابیاً - (الرعد، ۱۳: ۱۷)
(پھر سیلاب پھولی ہوئی جھاگ کو بہا لے گیا) - پالنا، پرورش کرنا (جیسے
ارحمھا کما ربیانی صغیراً - (بنی اسرائیل، ۱۷: ۲٤)
(جس طرح ان والدین نے مجھے صغر سنی میں پالا، پوسا اور بڑا کیا تو اسی طرح تو ان پر رحم کیجیو) -
الم نربک فینا ولیداً - (الشعراء، ۲۶: ۱۸)
(کیا ہم نے تجھے بچپن میں نہیں پالا؟) زیادتی، بڑھوتری کسی قسم کی- (جیسے
فاخذھم اخذة رابیة - (الحاقة، ۶۹: ۱۰)
(پھر ان پر بڑی سخت گرفت ڈالی) -
ان تکون امة ھی اربیٰ من امة - (النحل، ۱۶: ۹۲)
(ایک گروہ کسی دوسرے گروہ سے طاقت میں بڑھ چڑھ گیا ھے) -

ربوا کے اصطلاحی معنی انھیں حقیقی لغوی معنوں سے ماخوذ ھیں جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگا - اس مقالے میں اولاً ھم اس ربوا کی ماھیت پر روشنی ڈالیں گے جس کی ممانعت قرآن حکیم میں آئی ھے - دوسرے حصے میں ھم ان فقہی احادیث سے بحث کریں گے جن کی رو سے قرآنی ربوا کو وسعت دیکر اس کا اطلاق مبادلہ اور معاملات کی مختلف شکلوں پر کیا گیا ھے - یہ تقسیم اس لئے بھی ضروری ھے کہ جمہور فقہاء کا اتفاق ھے کہ ربوا کی دو الگ الگ قسمیں ھیں - ایک کو ربا القرآن کہا گیا ھے اور دوسرے کو ربا الحدیث یا ربا الفضل- تیسرے حصے میں ھم مختصراً یہ بتائیں گے کہ موجودہ معاشی نظام میں بینک کے منافع (interest) کا کیا مقام ھے - اور خاتمہ میں ھم ان مباحث کے نتائج پیش کریں گے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱)

ربوا اور قرآن

ربوا کے بارے میں قرآن حکیم کا سب سے پہلا ارشاد یہ ہے :-

وما آتیتم من رباً لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما آتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئك هم المضعفون ۔ (الروم، ۳۰ : ۳۹)

(اور جو مال تم ربوا میں لگاتے ہو تاکہ لوگوں کی دولت میں جا کر یہ بڑھ جائے تو اللہ کے نزدیک یہ بڑھوتری نہیں ہے ۔ ہاں البتہ جو زکواۃ تم دیتے ہو کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو تو یقیناً اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی دولت دو چند سہ چند ہوتی ہے) ۔ یہ آیت سورهٔ روم کی ہے جس کے تمامتر مکی ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ۔ (ملاحظہ ہو امام سیوطی رح کی 'الاتقان فی علوم القرآن' مطبع موسویہ، مصر، سنہ ۱۲۷۸ھ - ج ۱، - ص ۱۱ تا ۲۲) - اس کی ابتدائی آیات کی داخلی شہادت اس امر پر دال ہے کہ یہ بعثت کے چوتھے' پانچویں سال یا اس سے بھی قبل اتری ہے - کیونکہ ادنی الارض (عرب کے قریبی ملک) یعنی ارض شام و فلسطین میں ایرانیوں کے ہاتھوں رومیوں کی شکست جس کا ذکر ان آیات میں ہے' سنہ ۶۱۱ء (سنہ ۱ نبوی) سے شروع ہوئی اور سنہ ۶۱۴ء (سنہ ۴ نبوی) میں زوال و سقوط بیت المقدس کے بعد اپنے اوج پر پہنچی - (ملاحظہ ہو گبن (Gibbon) کی ' تاریخ زوال و سقوط سلطنت روما ' History of the Decline and Fall of the Roman Empire باب ۴۶) - ربوا کی مذمت کا قرآن کی اتنی ابتدائی آیات میں نازل ہونا تعجب کی بات نہیں بلکہ ایسا نہ ہوتا سخت حیرت انگیز اور قرآن کی حکمت بالغہ کے منافی ہوتا ۔ قرآن کی مکی سورتیں اپنے زمانہ کے مکے کے غیر منصفانہ معاشی نظام کی مذمت' اس وقت کے امراء کی نفع اندوزی اور بخل پر زجر و توبیخ، اور بنیادی تجارتی خرابیوں (مثلاً کم تولنے، کم ناپنے) کی ممانعت سے پر ہیں' پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ربوا جیسی بڑی خرابی پر تنبیہ نہ کی جاتی؟ یہ ضرور ہے کہ اس وقت تک اسلام کو وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتدار نہیں حاصل ہوا تھا جس سے اس برائی کا مکمل سدباب کیا جاتا اور اس مقصد کے پیش نظر اس کی حرمت کا اعلان کیا جاتا ۔ اسی لئے قرآن حکیم نے اس مکی آیت میں ربوا کی صرف اخلاقی بے وقعتی اور اس کے مقابلے میں صدقات کی اللہ کے نزدیک مقبولیت کا ذکر کیا ۔

ہجرت مدینہ کے بعد جب اسلام کو اقتدار ملا تو ربوا کی حرمت کا اعلان مدنی سورہ آل عمران کی اس آیت میں کیا گیا :

یا ایہا الذین آمنو لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفة واتقوا اللہ لعلکم تفلحون - (آل عمران، ۳ : ۱۳۰) -

(اے ایمان والو یہ دو چند سہ چند ہونے والا ربوا کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو ۔ امید ہے کہ فلاح پاؤ گے) ۔

اس کے بعد اسی ممانعت کا اعادہ شدید تاکیدی الفاظ میں جن کے ساتھ تہدید بھی شامل ہے ، سورہ بقرہ کی آیات ۲۷۵ تا ۲۸۰ میں کیا گیا ۔ آیات یہ ہیں :-

الذین یاکلون الربا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس ذلك بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءہ موعظة من ربه فانتہی فله ما سلف وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئك اصحاب النار ہم فیہا خالدون یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات واقاموا الصلوة وآتوا الزکوة لہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقي من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسوله وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[جو لوگ ربوا لیتے ہیں اور اس سے اپنا پیٹ پالتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس آدمی کا سا کھڑا ہونا جسے شیطان کی چھوت نے باؤلا کردیا ہو۔ یہ اس لئے ہوگا کہ انھوں نے (ربوا کے ناجائز ہونے سے انکار کیا اور) کہا کہ خرید و فروخت کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے ربوا کا لین دین۔ حالانکہ خرید و فروخت کو تو خدا نے حلال ٹھہرایا ہے اور ربوا کو حرام۔ سو اب جس کسی کو اس کے پروردگار کی یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ آئندہ ربوا لینے سے رک گیا تو جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہو چکا ہے، اس کا معاملہ خدا کے حوالے ہے، لیکن جو کوئی باز نہ آیا تو وہ دوزخی گروہ میں سے ہے ہمیشہ عذاب میں رہنے والا۔ اللہ ربوا کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور تمام ایسے لوگوں کو جو نعمت الٰہی کے ناسپاس گزار اور نافرمان ہیں، اللہ کی پسندیدگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے کام بھی اچھے ہیں نیز نماز قائم کرتے اور زکواۃ ادا کرتے ہیں تو بلا شبہہ ان کے پروردگار کے حضور ان کا اجر ہے۔ نہ تو ان کے لئے کسی طرح کا ڈر ہو سکتا ہے نہ کسی طرح کی غمگینی۔ اے ایمان والو اگر فی الحقیقت تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس سے ڈرو اور جس قدر ربوا مقروضوں کے ذمے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ اور اگر اس سے توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ اپنی اصل رقم لے لو اور ربوا چھوڑدو۔ نہ تو تم کسی پر ظلم کرو نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے۔ اور اگر ایسا ہو کہ مقروض تنگدست ہے تو چاہئے کہ اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے۔ اور اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو تمہارے لئے بہتری کی بات تو یہ ہے کہ اس کا قرض بطور خیرات بخش دو]۔

سیاق عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات تحریم ربوا کے سلسلے کی آخری آیات ہیں۔ بعض روایات میں اس امر کو وسعت دیکر کہا گیا ہے کہ یہ قرآن کی آخری آیتیں ہیں جو نازل ہوئیں، اور یہی بات اور زیادہ پھیل کر حضرت عمر رض کی طرف یوں منسوب ہوئی کہ ربوا کی تحریم کا حکم سب سے آخر میں ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد زیادہ عرصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس دنیا میں تشریف فرما نہ رہ سکے کہ آپ اس کی پورے طور پر وضاحت فرما دیتے کہ ربوا میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں - لہذا ہم کو نہ صرف ربوا بلکہ ریبہ (یعنی جن پر ربوا کا شک ہو) سے بھی بچنا چاہئے- ان روایات کا جائزہ ہم اس مقالے کے دوسرے حصے میں لینگے- یہاں ''القرآن یفسر بعضه بعضاً'' (قرآن کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصے کی تفسیر بیان کرتا ہے) کے مسلمہ اصول کی بناء پر ربا القرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں گے-

قرآنی آیات کے اس سلسلے کی بنیادی کڑی سورہ آل عمران کی آیت ہے - سورہ الروم کی آیات تحریم ربوا کی اسی آیت کے لئے بطور تمہید تھیں اور سورہ البقرۃ کی آیات اسی کا تتمہ ہیں اور تکملہ - ان تمام آیات کو ان کی تنزیل کی ترتیب میں دیکھنے سے یہ باتیں واضح ہوتی ہیں :-

(ا) ربوا ایک ایسا جاہلی معاشی نظام تھا جس میں سود در سود کے طریق عمل سے راس المال کی مقدار اضعافا مضاعفہ یعنی دو چند سہ چند بڑھ جاتی تھی - (ب) اس چند در چند سود کے عمل کی وجہ سے قرآن نے ربوا کو عادلانہ تجارتی کاروبار کی ایک قسم تسلیم کرنے سے انکار کردیا - (ج) قرآن تاجرانہ منافع کو حلال قرار دیتے ہوئے نفع اندوزی کے جذبے کے برخلاف صدقات کی امداد باہمی کی روح کو ترقی دینا چاہتا ہے -

تاریخی شہادتیں ایسی موجود ہیں جن سے قرآن حکیم کے ان ارشادات کو سمجھنے اور جس ربوا کے خلاف اس کی وعیدیں ہیں ان کی حقیقت کو جاننے میں مدد ملتی ہے -

موطا امام مالک رح میں حضرت زید بن اسلم رح سے مروی ہے کہ :

كان الربا فى الجاهلية ان يكون للرجل على الرجل الحق الى اجل فاذا حل الحق قال أتقضى أم تربي؟ فان قضاه اخذ و الا زاده فى حقه وزاده الاخر فى الاجل - (مؤطا، كتاب البيوع، نمبر ۳۸) -

یعنی '' جاہلیت میں ربوا یہ تھا کہ کسی شخص کا کسی دوسرے پر قرض کسی مدت کے لئے واجب ہوتا تو جب مدت ختم ہوجاتی تو قرضخواہ قرض دار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پوچھتا کہ تم ادا کروگے یا بڑھاؤگے؟ اگر وہ ادا کردیتا تو وہ وصول کرلیتا ورنہ اپنے قرض کی رقم میں اور قرضدار کی مہلت ادائیگی میں اضافہ کردیتا ''۔

مودودی صاحب کا قیاس یہ ہے کہ پہلی مدت کے لئے قرض بغیر سود کے دیا جاتا تھا (ملاحظہ ہو ''سود ''۔ مطبوعہ لاہور، سنہ ۱۹۶۱ء، ص ۲۵۸ حاشیہ نمبر ۲)۔ لیکن مکہ جیسے تجارتی شہر میں یا مدینے جیسے یہودی معاشرے میں جہاں سودی کاروبار ایک عام بات تھی ان کے اس قیاس کو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ سو کے دو سو اور پھر اگلے سال چار سو کرنے والے سود خوار پہلی مرتبہ کا قرض محض حسبۃً للہ دے دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مودودی صاحب کے اس قیاس کے برخلاف مفتی محمد شفیع صاحب کا یہ کہنا ہے کہ ''عرب میں اس کا اکثر رواج اس طرح تھا کہ ایک معین رقم، معین مدت کے لئے، معین مقدار سود پر دے دی جاتی تھی۔ قرض خواہ [کذا] نے اگر میعاد مقررہ پر واپس کردی تو مقررہ سود لیکر معاملہ ختم ہوگیا اور اس وقت واپس نہ کرسکا تو آئندہ کے لئے مزید سود کا معاملہ کیا جاتا تھا ''۔ (''مسئلہ سود'' مطبوعہ کراچی، سنہ ۱۳۸۰ھ، ص ۹ تا ۱۰)۔ لیکن مندرجہ بالا اثر سے، جسے امام مالک رح کے علاوہ بیہقی، رزین، اور دوسرے ائمہ حدیث و فقہ نے بھی نقل کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی مدت کا یہ سود ربوا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ربوا راس المال میں اضافہ تھا جس سے چند الٹ پھیر میں اصل زر کئی گنا ہو جاتا تھا۔ واقعہ یہ نظر آتا ہے کہ ابتداءً کچھ رقم مقررہ میعاد تک کے لئے سود پر قرض دی جاتی۔ میعاد کے اختتام پر اگر قرض دار رقم ادا نہ کرسکتا تو بنیادی قرض یعنی راس المال میں کافی اضافہ کرکے مدت ادائیگی میں توسیع کر دی جاتی۔

تحریم ربا کے سلسلے کی آخری یعنی سورہ بقرہ کی آیات میں سے آیت '' ذروا ما بقی من الربوا الآیۃ ''(باقی ماندہ ربوا چھوڑ دو) سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ایسے واقعات پیش آتے رہتے تھے کہ جہاں بڑی رقمیں قرض پر دی گئیں تو قرضدار صرف ربوا بالا قساط ادا کرتا رہتا تھا پھر بھی وہ ربوی سود ادا نہ کر پاتا تھا۔ راس المال کی واپسی کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو مغیرہ کی طرح بعض قبیلے کے قبیلے سودی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرض کے بار سے دبے ہوئے تھے اور اسلام لانے کے بعد ان کا اپنے قرض خواہوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنا دشوار ہوگیا تھا - (ملاحظه ہو تفسیر طبری' محوالہ بالا ، ج ۹ ، ص ۲۲ تا ۲۴) -

جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے' تحریم ربوا کے سلسلہ کی آیات میں سورۂ آل عمران کی آیت بنیادی حیثیت رکھتی ہے - اس میں ربوا کی یہی بنیادی علت یعنی ''اضعافا مضاعفة'' چند در چند ہو جانا بیان کی گئی ہے - طبری نے مشہور تابعی مفسر قرآن حضرت مجاهد رح سے روایت کی ہے کہ یہی اضعافا مضاعفه" ہونے والا سود ربا الجاهلیه" تھا۔متن عبارت درج ذیل ہے :-

حدثنا محمد بن عمرو قال حدثنا أبو عاصم عن عیسی عن ابن ابی نجیح عن مجاهد في قول الله عزوجل یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفة قال ربا الجاهلية- (تفسیر الطبری' ج ۷' ص ۲۰۴)-

اسی ام التفاسیر میں دوسرے مشہور تابعی مفسر حضرت زید بن اسلم رح سے جو اثر مروی ہے اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ

جاهلیت کے ربوا کی خصوصیت اس کاچند در چند ہونا (تضعیف) تھا -

اس اثر میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ تضعیف کا یہ عمل مال و زر اور جانوروں کے قرض کے معاملے میں کس طرح کار فرما ہوتا تھا - اس کی پوری عبارت درج ذیل ہے :-

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وهب قال سمعت ابن زید یقول فی قوله - " لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفة " قال کان ابي یقول انما کان الربا فی الجاهلیة فی التضعیف وفي السن - یکون للرجل فضل دین فیاتیه اذا حل الاجل فیقوله : تقضیني أو تزیدني فان کان عنده شئ یقضیه قضی والا حوله الی السن التی فوق ذلك ان کانت ابنة مخاض یجعلها ابنة لبون في

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

السنة الثانية ثم حقة ثم جذعة ثم رباعیا ثم ھکذا الی فوق و فی العین یاتیه فان لم یکن عندہ أضعفه فی العام القابل فان لم یکن عندہ اضعفه ایضا فتکون مئة فیجعلها الی قابل مئتین فان لم یکن عندہ جعلها اربعمئة یضعفها له کل سنة أو یقضیه قال فھذا قوله لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفة۔
(تفسیر الطبری ، ج ۷ ، ص ۲۰۴ تا ۲۰۵)

اوپر کی بحث سے ظاہر ہوا کہ زمانہ جاہلیت کا ربوا کا معاشی نظام کتنا جابرانہ تھا کہ سو کے اگلے سال دو سو اور اس سے اگلے سال چار سو اور پھر سولہ سو اسی طرح اضعافاً مضاعفۃً ہوتے جاتے تھے کہ بیچارہ قرض‌دار ادا کرتا رہتا تھا پھر بھی راس المال (زر اصل) تو الگ رہا، سود بھی ادا نہ ہو پاتا تھا۔ یہی جاہلیت کا ربوا تھا جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے اور جسے روا رکھنے والوں کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کیا ہے۔

(۲)

ربوا اور حدیث

شراب کی طرح ربوا زمانۂ جاہلیت کے عربوں کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اور اس طرح کا کاروبار کرنے والوں کے لئے اتنا زیادہ اور اس قدر جلد ملنے والا نفع تھا کہ اس کی حرمت کا حکم بھی شراب کی تحریم کی طرح بتدریج نازل ہوا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا ہے اس کی مذمت نبوت کے ابتدائی سنین میں ہجرت سے کافی قبل سورہ روم کی آیت میں نازل ہوچکی تھی۔ حکیمانہ نرمی کے ساتھ مذمت والی آیت کے بعد اس سلسلے کی دوسری اور تیسری تنزیل یقیناً مدینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے ابتدائی سالوں میں ہوئی ہوگی۔ لیکن روایات اس کے برخلاف ہیں۔ اور یہیں سے غلط فہمیوں کی ابتدا ہوتی ہے۔

اس بارے میں سب سے مشہور روایت وہ ہے جو حضرت عمر رضہ کی طرف منسوب ہے۔ اور درج ذیل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان آخر ما نزل من القرآن آية الربا وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض ولم یفسرھا لنا فدعوا الربوا والریبۃ —

یعنی ''قرآن کی سب سے آخری تنزیل ربا کی آیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا لئے گئے اور وہ اس کی تفسیر نہ بیان کر سکے ۔ اس لئے ربوا اور ریبہ (یعنی مشکوک معاملے) دونوں کو چھوڑ دو '' ۔ یہ روایت مسند احمد بن حنبل، سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی کی دلائل النبوۃ اور اسی طرح کی طبقۂ متاخرین کے دوسرے محدثوں کی تالیفات میں ملتی ہے (کنزالعمال، مطبوعہ حیدرآباد دکن، سنہ ١٣١٢ھ، ج ٢، ص ٢٣١ نمبر ٤٩٠٤) اسی مضمون کی لیکن محدود تر معنوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رض سے ایک روایت صحیح بخاری میں ہے ۔ امام بخاری رح نے سورۃ البقرہ کی آخری آیات ربوا کا باب باندھ کر روایت کی ہے :۔ حدثنا قبیصۃ ابن عقبۃ حدثنا سفیان بن عاصم عن الشعبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال آخر آیۃ نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ الربا ۔ (صحیح البخاری ۔ کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ ، باب واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ ۔ ایضاً، کتاب البیوع، باب موکل الربا، جہاں یہ روایت موقوفاً درج ہے لیکن آیات ربوا یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ۔ سے لیکر وھم لا یظلمون تک نقل کر کے یہ اثر بیان کیا گیا ہے) یعنی '' آخری آیت (بصیغۂ واحد) جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری وہ ربوا کی آیت (ایضاً بصیغۂ واحد) تھی '' ۔ اولاً ایک نہ دو پوری سات آیتوں کے لئے صیغۂ واحد کا مکرر استعمال حیرت کی بات ہے ۔ ثانیاً کتاب التفسیر میں اسی مقام پر جہاں یہ روایت درج ہے وہیں حضرت عائشہ رض سے چار طریقوں سے یہ مروی ہے کہ :

لما نزلت الآیات من آخر سورۃ البقرۃ فی الربا قرآھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الناس ثم حرم التجارۃ فی الخمر ۔

یعنی ''جب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں (بصیغۂ جمع) ربا کے بارے میں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ آیتیں سنا کر شراب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی خرید و فروخت کو (بھی) حرام قرار دیا "۔ اس روایت کی رو سے حضرت عائشہ رض نے نہ صرف ان آیات کے آخری تنزیل ہونے سے سکوت کیا ہے بلکہ اس کا تعلق شراب کی خرید و فروخت کی تحریم سے جوڑکر اسے سنہ ۸ھ کے لگ بھگ نازل ہونے کے لئے قیاس کی راہ کھول دی ہے۔ کیونکہ عام روایات کے رو سے اسی سال شراب کی حرمت کا حکم ہوا تھا۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ اسی صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں سورۃ براۃ (التوبۃ) کے ذیل میں حضرت براءؓ رض سے مروی ہے کہ:

آخر آیة نزلت: یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة وآخر سورة نزلت برأة - (ایضاً، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب آخر آیة نزلت، الخ)-

یعنی "آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ تھی: یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة اور آخری سورت برأة تھی"۔ صحیح بخاری سے ہٹ کر اگر دیکھا جائے تو اس باب میں احادیث کے معارضے کا اور زیادہ فراخ دروازہ کھل جاتا ہے جس کی تفصیل امام سیوطی رح نے علوم قرآن کی مایۂ ناز کتاب الاتقان کی نوع ثامن معرفۃ آخر ما نزل (اتقان، محولۂ بالا، ج ۱، ص ۳۳ تا ۳۰) میں بیان کی ہے۔

روایات کے اس شدید معارضے کے علاوہ اور بھی کئی وجہیں ایسی ہیں جن سے حضرت عمر رض کی طرف منسوب اثر کو رد کرنا ضروری ہے۔ (۱) جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا ہے ربوا کی تحریم کا تدریجی سلسلہ مکی زندگی کے ابتدائی سالوں میں شروع ہوگیا تھا۔ اس وقت سے لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند دن قبل تک صحابہ رض کا ربوا کے کاروبار میں ایسا مشغول رہنا کہ خدا کو اپنے اور رسول کے خلاف جنگ کی شدید دھمکی دینی پڑے، یہ صحابہ کرام رض کی پاک سیرتوں پر بہتان عظیم ہے۔ اغلب ہے کہ اسی خطرے کے پیش نظر طبری، بیضاوی، سیوطی، اور دوسری تمام متداول تفاسیر میں مکی سورۂ روم کی آیت میں لفظ "ربوا" کے معنے "ھدیہ" بتائے گئے ہیں۔ انہیں روایات میں حلال ربوا کی ایک قسم ایجاد کی گئی ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ آیت اس حلال ربوا کے بارے میں ہے (تفسیر طبری، مطبوعۂ مصر، سنہ ۱۳۳۰ھ، ج ۲۱، ص ۲۹ تا ۳۱۔ الدر المنثور للسیوطی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطبوعہ طہران، سنہ ۱۳۷۷ھ، ج ۵، ص ۱۵۹۔ تفسیر البیضاوی، مطبوعہ استانبول، سنہ ۱۳۱۹ھ، ج ۲، ص ۲۸۷) - ان روایات کی تائید صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں امام بخاری رح کی اپنی اس تفسیر سے ہوتی ہے :-

فلا یربوا عند اللہ من اعطی عطیة یبتغي افضل منه فلا اجر له فیها - (تفسیر سورة الروم)

یعنی "فلا یربوا عنداللہ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو عطیہ دے اور بدلے میں اس سے بہتر عطیہ کی خواہش رکھتا ہو تو اسے اللہ کے یہاں اس کا اجر نہیں ملے گا"۔ ہم بہ ادب عرض کرینگے کہ قرآن کی ان بنیادی اصطلاحات میں اس طرح کی تاویلات اور ربوا میں ربوا الحلال اور ربوا الحرام کی تفریق کو راہ دینا ہمیں قبول نہیں۔ علاوہ ازیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مکے کی تاجرانہ اور زر پرستانہ معاشرت کی اصلاح کے پیش نظر ربوا کی مذمت نہ کرنا ہمارے خیال میں قرآن کی حکمت بالغہ کے منافی ہوتا۔

(۲) یہ بات بھی آسانی سے تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ ربوا جیسا ادارہ جس پر قرآن حکیم میں اتنے پہلے سے نکتہ چینی شروع ہوچکی تھی اور آخر تک پہنچتے ہوئے وہ شدت اختیار کر چکی تھی جس کی کوئی نظیر قرآن میں موجود نہیں اسکی وضاحت وقت کی تنگی کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کماحقہ نہ ہوسکی ہو۔ اس سے قرآن حکیم کے اس دعوے کی بھی نفی ہوتی ہے کہ۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتي۔ (المائدة، ۵: ۳) یعنی "آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کردیں"۔ حضرت عمر رض ہی سے مروی ہے کہ یہ آیت حجةالوداع کے موقع پر عرفہ کے دن نازل ہوئی تھی - (الاتقان، محولہ بالا، ج ۱، ص ۲۳ و صحیح مسلم، کتاب التفسیر) اور اگر آیت ربوا آخری تنزیل ہے تو بہر حال یہ آیت ان سے پہلے ہی نازل ہوئی ہوگی۔ اسی اشکال کے پیش نظر حضرت سدی رح اور انکے علاوہ مفسرین کی ایک جماعت نے تصریح کردی ہے کہ اس آیت الیوم اکملت لکم کے نزول کے بعد حلت و حرمت کی کوئی آیت نہیں اتری۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''لم یتنزل بعدھا حلال ولا حرام'' - (الاتقان، محولہ بالا، ج ۱، ص ۳۵)
امام طبری رح نے اس کی تاویل کی یہ کوشش کی ھے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں تکمیل دین کے معنی یہ ھیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے متمکن ھونے اور وھاں سے مشرکوں کے نکالے جانے کی تکمیل ھوگئی تھی ! متن درج ذیل ھے :—

(الاولی الاقوال فی ذالك بالصواب ان یقال : ان اللہ عزوجل اخبر نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم والمؤمنین بہ انہ اکمل لھم دینھم باقرارھم بالبلد الحرام واجلاء المشرکین عنہ ، الخ ۔ تفسیر الطبری ، مطبوعہ دارالمعارف مصر، ج ۹ ، ص ۵۲۰) اس تفسیر سے ختم نبوت پر روشن دلیل والی اس آیت کی جو صورت بنتی ھے وہ ھمارے نزدیک ھرگز قابل قبول نہیں - اس سے یہ ضرور ظاھر ھوتا ھے کہ مشہور ھوجانے والی، لیکن درحقیقت غلط، حدیث کی تقلید کی زد دین کے کیسے کیسے بنیادی اصولوں پر پڑتی ھے -

(۳) اثر زیر نظر پر ایک اور شدید اعتراض یہ وارد ھوتا ھے کہ سورۃ النساء کی آیات ۱۶۰ و ۱۶۱ میں ارشاد ھے کہ :-

فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبت احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ کثیرا واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکفرین منھم عذاباً الیما -

یعنی '' ھم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب بہت سی پاکیزہ چیزیں جو انکو حلال تھیں ان پر حرام کردیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے - اور اس سبب سے بھی کہ باوجود منع کئے جانے کے ربوا لیتے تھے - اور اس سبب سے بھی کہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے تھے اور ان میں جو کافر ھیں ان کے لئے ھم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ھے '' - ظاھر ھے کہ یہودیوں کو یہ الزام دینا اسی وقت ممکن اور درست ھوسکتا تھا جب کہ خود مسلم معاشرے سے ربوا کا کاروبار بالکل ختم ھو چکا ھوتا - ورنہ یہود یقیناً مسلمانوں کو الزام دیتے کہ تم تو خود وھی کرتے ھو جس کا ھمیں طعنہ دیتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو ۔ ساتھ ہی یہ تاریخی واقعہ مسلم ہے کہ بنوقریظہ جو مدینہ کے قبائل یہود میں سے آخری بچا ہوا قبیلہ تھا ، اس کا مدینہ سے اخراج سنہ ۵ ھ میں غزوۂ خندق کے فوراً بعد عمل میں آچکا تھا۔ ظاہر ہے کہ اسکے بعد قرآن حکیم کا یہود سے معارضہ ختم ہو جاتا ہے۔ اسلئے یہود پر یہ الزام سنہ ۵ ھ کے اختتام سے پہلے ہی ہوسکتا تھا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے لئے ربوا کی ممانعت کا حکم سنہ ۵ ھ سے قبل ہی آچکا ہوگا ۔

(۴) جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں، سورۂ آل عمران کی آیت ’’ لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفہ‘‘ (الآیہ) تحریم ربوا کے سلسلہ کی آیات کی بنیادی کڑی ہے، سورۂ روم کی آیات اس کی تمہید تھیں اور سورۂ بقرہ کی آیات اس کا تتمہ اور تکملہ ۔ اس آیت کے نزول کے بارے میں قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ غزوۂ احد کے فوراً بعد نازل ہوئی ہوگی ۔ کیونکہ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد کی آیات میں مسلسل غزوۂ احد کی شکست، اس کے نتائج، اس کے اسباب، اور دوبارہ ایسے افسوسناک واقعہ کے نہ ہونے کی تدابیر کا ذکر ہے ۔ غزوۂ احد کی شکست کا بنیادی سبب کچھ مسلمانوں کا مال کی محبت میں لوٹ مار پر متوجہ ہوجانا تھا ۔ غالباً اسی لئے ربوا کی حرمت کا اعلان کیا گیا تاکہ مال کی محبت کی بنیاد یعنی ربوی نظام معیشت کی بیخ کنی ہوجائے ۔ ہم نے اوپر جن روایات اور تاریخی شہادتوں کا ذکر کیا ہے، ان سے ہمارے اس قیاس کی تائید ہوتی ہے ۔

اوپر کی تنقیحات سے یہ نتیجہ نکلا کہ ربوا کی مذمت کی پہلی آیت مکی زندگی کے ابتدائی سالوں میں، رومیوں کی شکست کے واقعہ کے بعد، اس کی حرمت کا اعلان ہجرت کے تیسرے سال، غزوۂ احد کے بعد اور آخری تہدیدی آیتیں بنو قریظہ اور دیگر قبائل یہود کے جلاوطن کئے جانے سے قبل، یعنی سنہ ۵ ہجری سے پہلے، نازل ہوئیں ۔

ہمارے زمانۂ حال کے اہل قلم میں سے مودودی صاحب اس معاملے میں ہمارے ہم خیال نظر آتے ہیں ۔ وہ اپنے رسالہ ’’سود‘‘ طبع سوم (سنہ ۱۹۵۴ء) کے حصہ اول میں ’’حکمت قرآنی اور اصلاح تمدن‘‘ (ص ۱۶۲ تا ۱۶۹) کے عنوان کے تحت تفصیلاً یہ بتاتے ہیں کہ ربوا کی مذمت مکہ معظمہ کی تنزیل میں آچکی تھی اور ’’ احد سے واپس مدینہ پہنچتے ہی ‘‘ سورۂ آل عمران کی حرمت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ربوا کی آیات نازل ہوئیں (ص ۱۶۵ تا ۱۶۶) - لیکن حیرت ہے کہ شد و مد سے حکمت قرآنی کی یہ تشریح کرنے کے ساتھ ہی وہ حضرت عمر رض کی طرف منسوب اثر کو بھی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں - (طبع سوم سنہ ۱۹۵۳ع ص ۱۰ اور طبع جدید، جنوری سنہ ۱۹۶۱ع، ص ۶۰) اور ان دونوں امور میں شدید تضاد کو محسوس نہیں کرتے - شاید مودودی صاحب کے منطقی ذہن نے متعدد سال گزر جانے کے بعد (ان کا مضمون محولہ بالا، ابتداءً ترجمان القرآن، بابت اگست سنہ ۱۹۳۹ع میں شائع ہوا تھا) اس تضاد کو محسوس کیا اور ان سے حسن ظن رکھتے ہوئے ہم یہ قیاس کرینگے کہ اسی تضاد کے پیش نظر انہوں نے اپنے رسالہ " سود " کے تازہ ترین ایڈیشن مطبوعہ سنہ ۱۹۶۱ع میں اس پورے مضمون کو خارج کردیا اور حضرت عمر رض کی طرف منسوب قول کو اپنی تائید میں رہنے دیا - لیکن ہم مودودی صاحب سے یہ توقع رکھنے میں شاید حق بجانب ہیں کہ وہ بھی ہمارے ساتھ متفق ہونگے کہ قرآن حکیم کی آیات کی تنزیل کی تاریخی ترتیب اور ان کے شان نزول کا مسئلہ اتنا غیر اہم نہیں کہ اس کے بارے میں سلف کے مفسرین کی رائے کے برخلاف ایک دعویٰ پیش کرنے کے بعد چپ چپاتے اس سے رجوع کرلیا جائے -

ہم نے حضرت عمر رض کی طرف منسوب مشہور روایت کی تردید میں قدرے تفصیل سے کام لیا ہے کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اور اسی قسم کی دوسری روایتیں ربوا القرآن کی حقیقت کو پہچاننے میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں - اور انہیں کی بنیاد پر ربوا کے سلسلہ کی دوسری اور روایات کی عمارت استوار ہے - ایسا نظر آتا ہے کہ کسی ابتدائی مرحلے پر یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ربوا کے بارے میں قرآن کی تصریحات نامکمل ہیں جن کی تکمیل احادیث کے ذریعہ ہی ممکن ہے - مندرجہ بالا آثار شاید اسی جذبے کے ابتدائی مظاہر ہیں- غالباً یہی وجہ ہے کہ ان آثار کی طرح ربوا کے سلسلے کی فقہی حدیثوں میں بھی شدید معارضہ ہے - جن میں سے چند کی مثالیں مجملاً درج ذیل ہیں :-

(۱) صحیح بخاری (کتاب البیوع) ، صحیح مسلم (ایضاً)، سنن نسائی (ایضاً) ، سنن دارمی (ایضاً) ، سنن ابن ماجہ (ابواب التجارات) ، اور مسند احمد بن حنبل (ج ۵، ص ۲۰۰ ، ۲۰۲، ۲۰۴ ، ۲۰۶ ، ۲۰۸ اور ۲۰۹) میں مختلف طریقوں سے روایتیں موجود ہیں جن کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ربا صرف ادھار کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لین دین میں ہوتا ہے۔ الربا فی النسیئہ۔ اور صحیح بخاری کے زیادہ تاکیدی الفاظ میں لا ربا الا فی النسیئة۔ (لفظی ترجمہ :۔ نہیں ہے ربا مگر صرف ادھار میں) یا صحیح مسلم کی ایک اور اسی مضمون کی حدیث کے الفاظ میں لا ربا فی ما کان یداً بید۔ (اگر لین دین دست بدست ہو تو اس میں ربوا نہیں ہوتا)۔اس مضمون کی احادیث کے مستقل باب مذکورہ بالا مجموعہ ہائے احادیث میں ملتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان ہی میں بکثرت ایسی حدیثیں بھی ملتی ہیں جن سے ان کے برخلاف (۱) سونا ، (۲) چاندی ، (۳) گیہوں ، (۴) جو ، (۵) چھوہارے اور (٦) نمک میں لین دین اگر دست بدست ہو، ادھار نہ ہو تب بھی زیادتی کمی کی صورت میں ربوا ہو جائے گا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

عن ابي سعيد الخدری قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح، مثلاً يداً بيدٍ فمن زاد اواستزاد فقد اربي الآخذ والمعطي فيه سواء ۔ (متفق عليه)

یہی روایت اختلاف الفاظ کے ساتھ صحاح کی دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ ائمہ فقہ کے درمیان اس بارے میں اختلافات بہت دور تک گئے ہیں اور ان سب متخالف و متضاد آراء کا استناد صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ایسا پتہ چلتا ہے کہ مؤخرالذکر قسم، جسے ربوا الفضل یعنی زیادتی کا ربوا کہتے ہیں، بعد کی چیز ہے۔صحابہ میں سےحضرت معاویہ رض، حضرت اسامہ بن زید رض، حضرت زیدبن ارقم رض، حضرت عبداللہ بن عباس رض، حضرت عبداللہ بن عمر رض وغیرہم اس کے وجود سے ناواقف تھے۔ (جیسا کہ محولہ بالا احادیث کے مطالعہ سے پتہ چل سکتا ہے)۔ بعض روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آخر میں مؤخر الذکر دونوں صحابیوں نے رجوع کر لیا تھا۔ لیکن صحیح بخاری کے الفاظ لاربا الا في النسيئة کے حصروتاکید سے پتہ چلتا ہے کہ اس دوسرے اور بعد میں زیادہ قبولیت حاصل کرنے والے مسلک کے علی الرغم اکثر صحابہ صرف ربا النسیئہ" کے ربوا ہونے پر آخر دم تک مصر رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ربوا الفضل اور ربوا النسیئہ" کی حدیثوں کا یہ شدید معارضہ ہمارے قدمائے محدثین و فقہاء کے پیش نظر تھا اور انہوں نے اس کی توجیہ کی کوششیں کی ہیں - جن میں سب سے مشہور و مقبول تطبیق سر آمد فقہاء و محدثین امام شافعی رح کی ہے - وہ فرماتے ہیں :-

قد یکون اسامة سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یسئل عن الصنفین المختلفین مثل الذهب بالورق والتمر بالحنطة او ما اختلف جنسه متفاضلا یداً بید فقال انما الربا فی النسیئه أوتکون المسئلة سبقته بهذا فادرك الجواب فروی الجواب ولم یحفظ المسئلة او شك فیها لأنه لیس فی حدیثه ما ینفی هذا عن حدیث أسامة فاحتمل موافقتها لهذا ـ

(الرسالہ ، مطبوعہ بولاق ، سنہ ۱۳۲۱ھ ، ص ۳۰) یعنی "حضرت اسامہ رض لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف چیزوں مثلاً سونے کا چاندی سے ، کھجور کا گندم سے ، یا اس طرح کی دوسری مختلف الجنس چیزوں کے بڑھوتری کے ساتھ دست بدست تبادلے کے بارے میں سوال کرتے سنتے تھے - تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ربوا ادھار کے لین دین میں ہے - یا یہ ہو سکتا ہے کہ پوچھنے والے نے سوال کرتے وقت ہی یہ وضاحت کر دی ہو اور اسے مندرجہ بالا جواب ملا ہو - تو ہوا یہ کہ حضرت اسامہ رض نے جواب تو روایت کر دیا اور سوال کو بھول گئے - یا یہ ہے کہ انہیں اس بارے میں شک تھا - کیونکہ ان کی مروی حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے ان کی روایت کے بارے میں ان (قیاسات) کی نفی ہوتی ہو - پس اس طرح اس حدیث کی دوسری حدیثوں سے تطبیق کا احتمال ہے" - امام شافعی رح کے یہ قیاسات کہاں تک معارضہ کو دور کرتے ہیں ، یہ ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں - لیکن ان احادیث کی تطبیق کے بارے میں آج کل کے اجتہاد کی ایک مثال حیرت انگیز ہے - مودودی صاحب ربوا الفضل کو "سود" نہیں بلکہ "سود کے متعلقات" میں شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"سود کے مسئلہ میں ابتدائی حکم صرف یہ تھا کہ قرض کے معاملات میں جو سودی لین دین ہوتا ہے وہ قطعاً حرام ہے - چنانچہ اسامہ بن زید رض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے جو حدیث مروی ہے اس میں حضور صلعم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ انمـــا الربا في النسئية او في بعض الالفاظ لا ربا الا فی النسیئة ۔ یعنی ''سود صرف قرض کے معاملات'' میں ہے۔ لیکن بعد میں آنحضرت علیہ الصلواۃ و السلام نے اللہ تعالی کی اس حمیٰ کے ارد گرد بندشیں لگانا ضروری سمجھا تاکہ لوگ اس کے قریب بھی نہ پھٹک سکیں ۔ اس قبیل سے وہ فرمان نبوی ہے جس میں سود کھانے اور کھلانے کے بعد سود کی دستاویز لکھنے اور اس پر گواھی دینے کو بھی حرام کیا گیا ہے ۔ اور اس قبیل سے وہ احادیث ھیں جن میں ربوا الفضل کی تحریم کا حکم دیا گیا ہے'' ۔ (رسالہ ''سود'' مطبوعہ لاھور ، سنہ ۱۹۶۱ء ، صفحہ ۱۴۸ تا ۱۴۹) ۔

مودودی صاحب کی عبارت سے ظاھر ہے کہ جس طرح ھر قسم کے اجناس میں ربا النسئیہ اور اس کا کھانا ، کھلانا ، اس کی دستاویز لکھنا ، اور اس پر گواھی دینا حرام ہے اسی طرح ربوا الفضل کا حکم بھی ہے ۔

آگے چلکر '' ربوا الفضل کا مفہوم '' کا عنوان باندھ کر وہ لکھتے ھیں :- '' ربوا الفضل اس زیادتی کو کہتے ھیں جو ایک ھی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ھو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دیا ۔ کیونکہ اس سے زیادہ ستانی کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذھنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خواری ہے '' ۔ (ایضاً ، ص ۱۴۹)

گویا وہ تاکید کر رہے ھیں کہ ربوا الفضل عام زیادتی ہے جو ایک ھی جنس کی تمام چیزوں کے دست بدست لین دین میں ھو ۔ ربوا الفضل کے مفہوم میں یہ ربوی کیفیت دیدنی ہے ! احادیث میں تو صرف چھ متعین اشیاء میں ربوا الفضل کا حکم تھا ۔ مودودی صاحب نے اسے اضعافا مضاعفہ کر کے ھر طرح کی ''زیادہ ستانی کا دروازہ'' بند کر دیا ۔

(۲) ربوا کی احادیث میں معارضے کی دوسری مثال جانوروں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں ہے۔ عرب کی اقتصادی زندگی میں جانوروں بالخصوص اونٹوں اور گھوڑوں کو جو اھمیت حاصل تھی اس کے پیش نظر یہ معارضہ زیادہ معنی خیز ہے۔ مؤطا امام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مالک میں حضرت علی رض سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا ایک اونٹ ادھار پر بیچا اور بدلے میں بیس اونٹ لئے۔ روایت درج ذیل ہے :—

عن علی ابن أبی طالب رضی الله عنه انه باع جملا له بعشرین بعیرا الی اجل۔ (مؤطا مالك ، كتاب البيوع ، باب ما يجوز من بيع الحيوان بعضه ببعض والسلف فيه)۔

امام بخاری رحمہ نے اس طرح کے لین دین کے جواز کے ثبوت میں ایک مستقل باب باندھا ہے :۔ '' باب بیع العبید والحیوان بالحیوان نسیئة ''۔ اس میں حضرت عبد اللہ بن عمر رض ، حضرت عبداللہ بن عباس رض ، حضرت رافع بن خدیج رض ، حضرت سعید بن المسیب رحمہ ، اور حضرت ابن سیرین رحمہ ، جیسے اجل فقہائے صحابہ و تابعین سے اس قسم کے معاملات کا جواز مروی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ لا بأس بعیر ببعیرین نسیئة ۔

'' یعنی ایک اونٹ ادھار کے بدلے میں دو اونٹوں کا لین دین کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں '' ۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، کما سبق ذکرہ)—سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل میں حضور اکرم صلعم سے ایک حدیث مروی ہے جس سے اس قسم کے ادھار کے کاروبار کی حلت خود سنت نبوی میں ملتی ہے۔

حدثنا حفص بن عمر حدثنا حماد بن سلمة عن محمد بن اسحاق عن یزید بن ابی حبیب عن مسلم بن جبیر عن ابی سفیان عن عمرو بن حریش عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یجھز جیشاً فنفدت الا بل فامرہ ان یاخذ من قلاص الصدقة وکان یاخذ البعیر بالبعیرین الی اہل الصدقة—(سنن ابی داؤد، کتاب البیوع ، باب في الرخصة ۔ ایضاً ، مسند احمد بن حنبل ، مطبع میمنیہ ، مصر ، ۱۳۱۳ھ ، ج ۲ ، ص ۱۷۱)

یعنی '' حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے لئے سامان مہیا کرنے کا حکم دیا۔ اونٹ کم پڑ گئے تو آپ نے انہیں کہا کہ صدقہ میں آئندہ دی جانے والی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوجوان اونٹنیوں کے بدلے میں سودا کر لیں - چنانچہ انہوں نے آئندہ صدقے میں آنے والے دو اونٹوں کے بدلے میں ایک (’نقد‘) اونٹ کے حساب سے سودا کیا ‘‘- یہ روایت سنن بیہقی میں ایک اور زیادہ مضبوط طریق اسناد سے بھی موجود ہے - (سنن البیہقی الکبریٰ‘ مطبوعہ‘ حیدرآباد‘ سنہ ۱۳۵۲ھ‘ ج ۵، ص ۲۸۸) -

امام مالک رح ، اور امام بخاری رح جیسے طبقہ متقدمین کے محدثوں کے مقابلے میں بعد کے اصحاب سنن کی اس معاملہ میں رائے بہت مختلف ہے اور بتدریج شدت پکڑتی نظر آتی ہے - جامع ترمذی میں روایت ہے کہ :

حدثنا ابو عمار الحسین بن الحریث حدثنا عبداللہ بن نمیر عن الحجاج بن ارطاۃ عن ابی الزبیر عن جابر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحیوان اثنین بواحدۃ لا یصلح نسیئاً و لا بأس بہ یداً بید - (جامع الترمذی ، کتاب البیوع ، باب ما جاء فی کراھیۃ بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ) -

یعنی ’’ حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادھار کی صورت میں ایک جانور کے بدلے میں دو جانور لینا درست نہیں البتہ اگر دست بدست ایسا سودا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں - اصحاب سنن نے آگے چل کر جانوروں کا ادھار کا لین دین ہی سرے سے ممنوع قرار دے دیا ‘ چاہے معاملہ بغیر کسی اضافہ کے ہو - بعد کی اس حدیث کی عبارت یوں ہے :-

حدثنا محمد بن المثنیٰ ابو موسیٰ حدثنا عبدالرحمن بن مہدی عن حماد بن سلمۃ عن قتادہ عن الحسن عن سمرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ - (سنن ابی داؤد کتاب البیوع ، باب الحیوان بالحیوان نسیئۃ - سنن نسائی ، ایضاً - ، سنن الدارمی ، مطبوعہ‘ دمشق‘ سنہ ۱۳۴۹ھ ، ج ۲‘ ص ۲۵۴ - سنن ابن ماجہ ، ابواب التجارات ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باب الحیوان بالحیوان نسیئة - سنن الکبریٰ للبیہقی ، ج ۵ ، ص ۲۸۹ - جامع الترمذی ابواب البیوع ، باب ما جاء فی کراہیة بیع الحیوان بالحیوان نسیئة)-

یعنی ''حضرت سمرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے بدلے میں جانور کے ادھار کے لین دین سے منع فرمایا ہے ''۔ یہی حدیث مسند احمد بن حنبل میں بھی ہے - لیکن معنی خیز بات یہ ہے کہ اس کے اصل میں نہیں بلکہ اس تتمہ میں ہے جو امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے نے شامل کیا ہے اور اس کی ان احادیث میں جو انہوں نے براہ راست نہیں بلکہ ایک واسطے سے اپنے والد سے روایت کی ہیں - (مسند احمد بن حنبل ، محولہ بالا ، ج ۵ ، ص ۱۲ ، ۱۹ ، ۲۱ ، ۲۲ اور ۹۹) مؤخر الذکر سنن اور طبقہ متاخرین کے دیگر مجموعہ ہائے احادیث میں ساتھ ہی ساتھ معارض حدیثیں بھی موجود ہیں- ان معارض حدیثوں کے تقدم زمانی کے باعث ایسا ہونا ہرگز موجب حیرت نہیں -

(۳) معارضے کی ایک شکل زمین کو بٹائی پر دینے کے سلسلے میں پیدا ہوئی ہے - زمینداری اور جاگیر داری نے مسلمانوں کے معاشرے کو جس طرح گھن لگایا ہے اس کے پیش نظر ان احادیث کا بغور مطالعہ اور زیادہ ضروری ہے - مؤطا امام مالک ، صحیح بخاری ، صحیح مسلم اور صحاح کی تمام کتابوں میں زمین کو بٹائی پر دینے (یعنی مزارعہ یا محاقلہ) اور نقد لگان پر اٹھانے (یعنی کراء الارض ، لفظی معنی زمین کا کرایہ لینا یا مخابرة) کی صریح ممانعت آئی ہے - صحاح کی ان تمام کتابوں میں اس ممانعت کے لئے نہی عن کرأ الارض ، نہی عن المخابرہ والمحاقلة - وغیرہ کے عنوانات سے مستقل ابواب ان احادیث پر مشتمل ہیں ۔ یہ احادیث چھ مختلف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت رافع بن خدیج رض ، حضرت جابر بن عبد اللہ رض ، حضرت ابو ہریرہ رض ، حضرت زید بن ثابت رض ، حضرت ابو سعید خدری رض اور حضرت ثابت بن ضحاک رض سے مروی ہیں - اور ان میں سے ہر صحابی سے ایک نہیں بلکہ متعدد طریقوں سے مسند ہیں - معاملات میں شاذ ہی ایسی صورتیں ہیں جہاں ان احادیث کی شہرت اس قدر حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہو - یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تغیر الفاظ و عبارت ان تمام احادیث کا ماحصل صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ میں یہ ہے کہ : حدثنا ابن نمیر حدثنا أبي حدثنا عبدالملك عن عطاء عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من كانت له ارض فليزرعها فان لم يستطع ان يزرعها وعجز عنها فليمنحها اخاها المسلم ولا يواجرها اياه (صحیح مسلم ، کتاب البیوع ، باب کراء الارض) -

یعنی ''حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو اسے چاہئے کہ کاشت کرے اور اگر وہ کاشت نہیں کرسکتا اور اس کی (پوری) کاشت پر قادر نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ زمین (یا زمین کا وہ حصہ) اپنے بھائی مسلمان کو ہبہ کردے یا عاریۃً دے دے اور اس کی اجرت (کسی شکل میں) نہ لے -''

طبقۂ متقدمین کے مجموعہ ہائے احادیث یعنی مؤطا امام مالک و صحیحین تک تو ان احادیث میں زمین کو بٹائی پر دینے یا اس کا نقد لگان وصول کرنے کی ممانعت آئی ہے گو اسے ربوا نہیں قرار دیا گیا - لیکن ہمارے موضوع زیر بحث کے لحاظ سے اہم بات یہ ہے کہ بعد کی **سنن ابی داؤد کی حضرت جابر بن عبداللہ رض ھی سے مروی ایک حدیث میں اس جابرانہ نظم زراعت کو ربوا قرار دیا گیا ہے -**

حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

حدثنا يحي بن معين حدثنا ابن رجاء يعني المكي قال ابن خثيم حدثني عن أبي الزبير عن جابر بن عبدالله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من لم يذر المخابرة فليؤذن بحرب من الله ورسوله (كتاب البيوع باب المخابرة) —

یعنی ''حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص زمین کو بٹائی پر دینے سے باز نہیں آئے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار رہے'' - قابل غور امر یہ ہے کہ قرآن نے ربوا کے لئے جو شدید ترین تہدیدی الفاظ استعمال کئے تھے وہی الفاظ زمینداری کے لئے اس حدیث میں استعمال ہوئے ہیں -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتوحات کے بعد جب ایران کے مضبوط جاگیردارانہ نظام سے مسلمانوں کا سابقہ پڑا تو بعض حلقوں میں اس بارے میں اجتہاد سے کام لیا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے زمین کا جو معاملہ کیا تھا یعنی ان کی زمینیں ان کے پاس رہنے دی تھیں اس شرط پر کہ اس کی کاشت کا نصف وہ اپنے پاس رکھیں اور نصف مسلمانوں کو دے دیں۔ اس طریقہ کار کو دلیل بنا کر زمینداری کی راہ نکالی گئی۔ چنانچہ صحاح کی محولہ بالا کتابوں میں اس مضمون کی حدیثیں موجود ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک عرصہ دراز تک مخابرہ کرتے رہے اگرچہ انہیں احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آخر عمر میں انہوں نے اسے ترک کردیا تھا۔

امام ابو حنیفہ رح نے خیبر کے واقعہ کی توجیہ یہ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر کے یہودیوں سے یہ معاملہ کرنا بطور خراج کے تھا۔ آپ کا یہ یہود کے ساتھ احسان مندانہ اور صلح جویانہ فعل تھا ورنہ خیبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کیا تھا اور یہ پورا علاقہ مال غنیمت تھا۔ تو اگر رسول اللہ صلعم ساری زمین پر متصرف ہوجاتے، تب بھی جائز تھا۔ لیکن آپ نے یہ نہیں کیا بلکہ کاشت کا نصف انکے پاس رہنے دیا۔ ("کانت بطریق الخراج علی وجہ المن علیہم والصلح لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ملکہا غنیمۃ فلوکان اخذ کلہا جاز وترکہا فی ایدیہم بشرط ما یخرج منہا۔" عمدۃ القاری للعینی، مطبوعہ استانبول، سنہ ۱۳۱۰ھ، ج ۵، ص ۲۳۷) احناف کے جلیل القدر محدث امام عینی رح نے امام ابو حنیفہ رح کی تائید میں فرمایا ہے کہ:۔

لم یرو فی شیٔ من الاخبار انہ اخذ منہم الجزیۃ الی ان مات ولا ابوبکر ولا عمر الخ۔ (ایضاً)

یعنی "احادیث میں کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اپنے حین حیات میں خیبر کے یہودیوں سے جزیہ لیا ہو نہ حضرت ابو بکرؓ، نہ حضرت عمرؓ سے ایسی کوئی کارروائی مروی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے انہیں خیبر سے جلاوطن کردیا۔ اگر انکے ساتھ یہ معاملہ طے نہ ہوتا تو جزیہ کی آیت نازل ہونے پر ان سے جزیہ ضرور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیا جاتا ''۔ ضمناً یہ وضاحت ضروری ہے کہ امام عینی رح کی یہ دلیل درحقیقت امام ابو حنیفہ رح کی دلیل کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر خیبر کا علاقہ مال غنیمت تھا تو پھر جزیہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

سنن ابی داؤد کی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی صحیح حدیث میں زمین کو بٹائی پر دینے کو ربوا کی شدید ترین دھمکی کا سزاوار قرار دئیے جانے اور حد تواتر کے قریب پہنچنے والی اس کی موئید دیگر حدیثوں کے علی‌الرغم مودودی صاحب نے اپنے رسالے '' ملکیت زمین '' (مطبوعہ' لاھور' سلسلہ مطبوعات جماعت اسلامی نمبر ۲۰) میں زمینداری کی شکل میں '' ربوا '' کے جواز کی وجہیں تلاش کی ہیں اور انہیں اس سلسلہ میں مرزا بشیرالدین محمود صاحب کی تائید بھی حاصل ہے ۔ (ملاحظہ ہو مرزا صاحب کا رسالہ '' اسلام اور ملکیت زمین '' مطبوعہ' ربوہ ') ۔

ربوا کے بارے میں احادیث میں یہ معارضہ خاصا دقت طلب مسئلہ ہے ۔ اس معارضے کی تطبیق اور توجیہ کی متعدد کوششیں کی گئی ہیں ۔ اسناد کے اعتبار سے تو ان میں رد و قبول کی بہت کم گنجائش ہے ۔ کیونکہ جیسا کہ مندرجہ' بالا سطور سے ظاہر ہے ان میں سے ہر مضمون کی حدیث کے لئے صحاح کے ذخیروں میں وافر حصہ موجود ہے ۔ اور ہر حدیث کو یا تو خود سند صحت حاصل ہے ۔ یا اس کی تائید میں صحیح حدیثیں موجود ہیں ۔ درایت کی رو سے جو قیاسات پیش کئے گئے ہیں ان کے مقابلے میں ہمارے خیال میں ان احادیث کی تاریخی ترتیب کو پیش نظر رکھنا کہیں زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ تاریخی ترتیب ایک یقینی امر ہے ۔ قیاسی یا ظنی نہیں ۔ اگر اس طریقے پر ان احادیث کا جائزہ لیا جائے تو ان میں ایک واضح ارتقائی عمل نظر آنے لگتا ہے ۔ محدثین کے طبقہ' متقدمین سے متوسطین اور ان سے متاخرین تک پہنچتے ہوئے ربوا کی تعبیر کے بارے میں شدت اختیار کرلے کا بڑھتا ہوا رجحان اوپر کی تینوں صورتوں میں نمایاں ہے۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ ربوا کی تعریف کے بارے میں بھی روایات کے اندر اسی قسم کا ارتقائی عمل پایا جاتا ہے ۔یہی عمل ارتقا معارضے کا سبب ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معارضے کے علاوہ ان میں سے اکثر احادیث میں بعض دوسری الجھنیں بھی پائی جاتی ہیں ۔ جن کو سلجھانے سے کم از کم ہم ضرور قاصر ہیں مثلاً :-

(۱) جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں، سونے ' چاندی ' گیہوں، جو، کھجور ' اور نمک میں دست بدست تبادلہ بھی اگر زیادتی کمی کے ساتھ ہو، تو بہت سی احادیث کی رو سے یہ ربوا ہے ۔ اور اسی کو ربوا الفضل کہا گیا ہے ۔ اس کی رو سے مثلاً، اگر قسم اول کے سیر بھر گندم کے بدلے میں سوا سیر قسم دوم کا لین دین ربوا ہوگا ۔ اسی طرح لاھوری نمک اور کراچی کے نمک کا تبادلہ، خواہ دست بدست ہو، لیکن برابر ہو ' ورنہ ربوا ہوگا ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

کیا ایسے ہی معاملات کے لئے قرآن نے خدا اور اس کے ساتھ اعلان جنگ کا الٹی میٹم دیا ہے؟ کیا اسی لین دین پر وہ حدیثیں صادق آتی ہیں جن میں ربوا کو اپنی ماں سے زنا کے برابر بتایا گیا ہے ؟-

(۲) مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری کی رو سے مویشی میں ادھار تک کا لین دین بڑھوتری کے ساتھ روا ہے، ربوا نہیں تو پھر مال میں اس طرح کی بڑھوتری کیونکر ربوا ہے

(۳) صحیح مسلم اور صحاح کی دوسری کتابوں میں نہ صرف مویشی بلکہ غلاموں کے لین دین یا تانبے کے پیسوں کے لین دین میں ادھار کے ساتھ بڑھوتری کے جواز کی حدیثیں موجود ہیں ۔ جن میں سے بیشتر کے حوالے سطور بالا کے ابواب حدیث میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں ۔ ان ہی احادیث کے پیش نظر امام بیہقی نے اپنی سنن کبریٰ میں ایک پورا باب باندھا ہے کہ :

لاربا فی ما خرج من الماکول والمشروب والذھب والفضة ۔

(ج ۵، ص ۱۸۹ تا ۲۸۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''کھانے اور پینے کی چیزوں اور سونے چاندی سے باہر کسی چیز میں ربوا نہیں''۔ گویا پاکستان کی معاشیات کا انحصار بیشتر جن اشیاء پر ہے یعنی کپاس اور جوٹ ان کے معاملہ میں ربوا کا کوئی ڈر نہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ آج کے فقہا یہ فرمائیں کہ جوٹ کو سنہری ریشہ اور کپاس کو نقرئی دولت کہا جاتا ہے، اس لئے یہ دونوں بھی سونے اور چاندی کے ذیل میں آتے ہیں۔ یہی حال ایران و عرب ممالک کے پٹرول کا بھی ہوگا کیونکہ اسے سیال سونا کہا جاتا ہے۔ لیکن جانوروں کی کھالوں کے بارے میں کیا تفقہ ہوگا کیونکہ وہ بھی ہماری ملکی دولت کا ایک بڑا ذریعہ ہیں؟

صحیح احادیث کے ذخیرے میں ربوا کے بارے میں جو شدید معارضے کی صورتیں اور ناقابل حل الجھنیں پائی جاتی ہیں ان کے پیش نظر ربوا کی کوئی جامع اور مانع تعریف کی کوشش کرنا یقیناً ایک بڑا حوصلہ مندانہ اقدام ہے۔ لیکن کم از کم لغت نویسوں کے لئے تو تعریف پیش کئے بغیر مفر نہیں۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری کے مشہور لغوی اور نحوی زجاج (متوفی ۳۱۱ھ) نے اس کی اس طرح تعریف کی :-

'' الربا ربوان فالحرام کل قرض یوخذ منه اکثر منه او تجربه منفعة وما لیس بحرام ان یهد ما یستدعی به اکثر منه اویهدی لیهدی له اکثر منها (تاج العروس، ذیل ر ' ب ' و ۔ ایضاً لسان العرب) یعنی ''ربا دو طرح کا ہے۔ ایک تو حرام ربوا یعنی ہر وہ قرض جس کے بدلے میں قرض کی اصل رقم سے زیادہ لیا جائے۔ یا جس سے کوئی نفع اٹھایا جائے۔ دوسرے جو حرام نہیں ہے یعنی وہ ہدیہ جس کے بدلے میں زیادہ طلب کیا جائے یا جو اس لئے دیا جائے کہ دوسرا شخص زیادہ بڑا ہدیہ دے گا''۔ یہ تعریف ایسی نپی تلی تھی کہ مقام حیرت ہوتا اگر احادیث کے مجموعوں میں راہ نہ پاتی۔ چنانچہ اس لیے اپنی جگہ جس خوبی سے بنائی وہ قابل غور ہے۔ دوسری، تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک اسی حدیث کا نام و نشان نہیں ملتا۔ صحاح اور سنن کی کتابیں اس سے خالی ہیں۔ یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل، ان کے صاحبزادے اور شاگرد کی جمع کردہ مبسوط ترین مسند بھی اس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محروم ہے۔ یکایک پانچویں صدی ہجری میں بیہقی (متوفی سنہ ۴۵۸ھ) کی سنن میں ایک باب کا عنوان نظر آتا ہے :-

کل قرض جر منفعة فهو ربا (ج ۵، ص ۳۴۹ تا ۳۵۰)

اس میں یہ حدیث یوں نظر آتی ہے :-

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ وابو سعيد بن ابى عمرو قال ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابراهيم بن منقذ (وفي نسخة أخرى "سعد") حد ثنى ادريس ابن يحيى عن عبد الله بن عياش قال حد ثنى يزيد بن ابى حبيب ابن ابى مرزوق النجيبى عن فضالة بن عبيد صاحب النبى صلى الله عليه وسلم انه قال كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا ۔ موقوف ۔ (ایضاً، ص ۳۵۰)

یعنی "صحابی رسول اللہ فضالہ" بن عبید نے فرمایا کہ ہر وہ قرض جس سے نفع اٹھایا جائے۔ ربوا کی شکلوں میں سے ایک شکل ہے"۔ یہاں دو امور لائق توجہ ہیں - اولاً اب تک یعنی پانچویں صدی ہجری تک اس حدیث کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ پاتا۔ صحابی تک موقوف ہوجاتا ہے - ثانیاً ابھی تک اس میں تعریف کی جامعیت نہیں آئی۔ الفاظ بہت حد تک وہی ہیں جو سو ڈیڑھ سو سال بعد لسان العرب وغیرہ میں راہ پا گئے۔ یعنی "کل قرض جر منفعة" لیکن ابھی تک "فهو وجه من وجوه الربا" (یعنی ربوا کی شکلوں میں سے ایک شکل ہے) کا غیر قطعی انداز بیان موجود ہے - لغت کی جنتری کے ذریعہ غیر قطعیت کے بل نکل جانے کے بعد دسویں صدی ہجری میں سیوطی رح (متوفی ۹۱۱ھ) کی جامع الصغیر (مطبوعہ مصر، سنہ ۱۹۵۴ء) میں - "کل قرض جر منفعة فهو ربا" کی صورت میں یہ حدیث موجود ہے (ص ۹۴) — اس عرصے میں عمل ارتقا نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادیا اور حضرت علی رض سے مروی ہوکر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بن گیا۔ حوالے کے لئے سیوطی رح نے ایک گمنام مسند حارث بن محمد بن ابی اسامہ" کا نام دیا ہے - جو موجودہ زمانہ تک علامہ زرکلی رح جیسے ماہر کتاب شناس کے علم میں نہیں آیا - اور جس کے بارے میں ان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہنا ہے کہ ''له مسند لم یرتبه'' (الاعلام، ذیل حارث بن محمد بن ابی اسامه)۔ یعنی '' حارث بن محمد کا ایک مسند ہے جسے انھوں نے ترتیب نہیں دیا ''۔ مگر امام سیوطی رح کی احتیاط لائق توجه ہے که انھوں نے حدیث کے آگے یه واضح کردیا کہ یه ضعیف ہے - اسی دسویں صدی ہجری کے اواخر کے ہندوستانی محدث امام علی المتقی برہان پوری رح (متوفی ۹۷۵ھ) کے مشہور کنزالعمال (مطبوعه حیدرآباد دکن سنه ۱۳۱۳ھ) کے فصل فی لواحق کتاب الدین (ج ۳ ص ۲۶۵) میں نمبر ۵۷۰۸ کے تحت یہی حدیث انھیں الفاظ اور اسی حوالے (الحرث عن علی) سے درج ہے۔ مگر اتنی ترقی کے ساتھ که حرف 'ض' (مخفف ضعیف) کا اشارہ ساقط ہے۔یعنی ان چند سالوں میں یه حدیث ضعیف نہیں رہی - تقریباً سو سال کی مزید مدت گذرلے پر اس کے مدارج میں اور اضافه ہوا - گیارھویں صدی ہجری کے مصری عالم شیخ علی بن احمد العزیزی (متوفی ۱۰۷۰ھ) نے سیوطی رح کی جامع الصغیر کی شرح السراج المنیر (مطبوعه مصر، سنه ۱۲۵۰ھ) میں اسے ''حسن لغیره'' قرار دیا (ج ۲، ص ۹۳) اور اب چودھویں صدی ہجری میں ہمارے ملک کے مشہور عالم مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے رساله ''مسئله سود'' (محوله بالا) میں اس '' حدیث '' کے بارے میں فیض القدیر اور سراج المنیر کی رائیں نقل کرنے کے بعد اپنا حکم یه صادر فرمایا که ''بہرحال یه روایت محدثین کے نزدیک صالح للعمل ہے اس لئے اس کو استدلال میں پیش کیا جاسکتا ہے '' - (ص ۱۰) اس رسالے کے ضمیمه میں جناب مفتی صاحب ممدوح نے مکرر اس ''حدیث'' پر زور دیا ہے ارو اسی تعریف پر اپنے تمام مقدمات اور نتیجوں کی بنیاد رکھی ہے (ص ۹۷) -

الغرض ربوا کے بارےمیں احادیث و روایات کے الدر ربوا کے عمل کا جو تصرف ہوا ہے وہ مقام حیرت ہے اور جائے عبرت بھی !

مفتی صاحب موصوف کو اس مزعومه تعریف پر اتنا اصرار ہے کہ اس حدیث کے '' ضعیف '' (بلکه فی الحقیقت سرےسے باطل) ہولے کے شبه کو وہ یوں دور کرتے ہیں کہ '' جب که اہل لغت اور ائمه تفسیر سب اس تعریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر متفق ہیں تو کسی مزید حدیث و روایت کی ضرورت بھی نہیں رہتی'' ۔ (ص ۹ ے) ۔ اس دعوی کو وہ رسالے کے شروع میں یوں بیان کر آئے تھے کہ ''خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ربوا کا یہ مفہوم کہ قرض دے کر کچھ نفع لیا جائے ۔ پہلے سے معروف و مشہور اور تمام عرب میں جانا پہچانا ہوا تھا ۔ یہ حدیث بھی نہ ہوتی تو صرف لغت عرب اس کے بتلانے کے لئے کافی تھا۔ جس کے حوالے عنقریب آپ دیکھیں گے''۔ (ص ۱۰) — آگے چلکر صفحہ ۱۲ پر انہوں نے لغت عرب کا وہ حوالہ دیا ہے جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا ۔ اور وہ ہے لسان العرب کی زجاج سے ماخوذ وہ تعریف جسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ لغت کی کسی کتاب میں خواہ وہ کتنی ہی مستند کیوں نہ ہو کسی لفظ کی کسی تعریف کا درج ہو جانا ۔ اسے اس لفظ کی لغوی تعریف نہیں بنا دیتا ۔ یہ بھی جانی پہچانی بات ہے کہ ربوا کے معنی خود مفتی صاحب کے اپنے الفاظ میں ''لغت کے اعتبار سے زیادتی ' بڑھوتری اور بلندی کے آتے ہیں'' (ص ۹) - ہم نے اس مقالے کی ابتدائی سطروں میں اس لفظ کے لغت عرب کے یہی معنی قرآن کے محل استعمال کی مثالوں سے واضح کئے ہیں ۔

مفتی صاحب موصوف نے اپنی اس تعریف کی تائید میں جو اقتباسات نقل کئے ہیں ان سے مندرجہ بالا حقیقت صاف واضح ہو جاتی ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اہل لغت اور ائمہ تفسیر سب متفق ضرور ہیں لیکن اس بات پر کہ اس تعریف سے الگ اپنی اپنی منفرد تعریفیں پیش کرینگے ۔

ابن الاثیر لغت حدیث کی کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (مطبوعہ مصر ، ۱۳۲۲ھ ، ج ۲ ، ص ٦٦) میں لکھتے ہیں :—

''الربوا الاصل فیہ الزیادۃ ـ وفی الشرع الزیادۃ علی اصل المال من غیر عقد تبایع'' ـ

یعنی ''ربوا کے اصل معنی ہیں زیادتی اور شرعی اصطلاح میں معنی ہیں بیع کے عقد کے بغیر راس المال میں زیادتی'' ۔ ابن العربی احکام القرآن نام کی فقہی تفسیر (مطبوعہ مصر ، سنہ ۱۹۵۷ع) میں ربوا کی یوں تعریف کرتے ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الربا فی اللغة هو الزیادة و المراد به فی الایة کل زیادة لم یقابلها عوض

(ج ۱ ، ص ۲۶۲) یعنی ''لغت میں ربوا کے معنی ہیں زیادتی - اور آیت میں اس سے مراد وہ زیادتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی عوض نہ ہو'' اور مشہور فقہی تفسیر یعنی امام ابو بکر جصاص رح کی احکام القرآن (مطبوعہ استانبول ، سنہ ۱۳۳۵ ھ) میں تو زیادہ تاکید کے ساتھ موجود ہے کہ:

اصل الربا فی اللغة ھو الزیادة . . . . و ھو فی الشرع یقع علی معان لم یکن الاسم موضوعاً لها فی اللغة (ج ۱ ص ۴۶۴) —

یعنی '' لغت میں ربوا کے معنی ہیں زیادتی - لیکن شریعت میں یہ ان معنوں میں مستعمل ہے جن کے لئے یہ لفظ لغت میں وضع نہیں ہوا تھا'' - امام جصاص رح نے آگے چل کر خود ربوا کی تعریف پیش کی ہے اور وہ یوں ہے کہ

ھو القرض المشروط فیه الاجل وزیادة مال علی المستقرض (ج ۱ ص ۴۶۹)

یعنی ''وہ قرض جو کسی میعاد کے لئے اس شرط پر دیا جائے کہ قرض لینے والا راس المال پر کچھ زیادتی ادا کرے گا'' - مودودی صاحب نے اس تعریف کو یوں بیان کیا ہے کہ '' پس سود کی تعریف یہ قرار پائی کہ قرض میں دئے ہوئے راس المال پر جو زائد رقم مدت کے مقابلے میں شرط اور تعیین کے ساتھ لی جائے وہ سود ہے'' - (سود ، محولہ بالا ، ص ۱۳۹)

امام جصاص رح اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

و الاسماء المنقولة من اللغة الی الشرع لمعان لم یکن الاسم موضوعا لها فی اللغة نحو الصلاة والصوم والزکاة فهو مفتقر الی البیان ولا یصح الاستدلال بعمومه فی تحریم شیء من العقود الا فی ما قامت دلالته انه مسمی فی الشرع بذلک (احکام القرآن ج ۱ ، ص ۴۶۴ تا ۴۶۵)

یعنی '' جو لفظ لغت عرب سے اصطلاح شرع میں ان معنوں میں منتقل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے ہوں جن کے لئے لغت میں وہ لفظ وضع نہیں ہوئے تھے- جیسے صلاۃ، صوم، اور زکوۃ وہ الفاظ محتاج تعریف وبیان ہوتے ہیں- اور کسی (کاروباری) معاملہ کو حرام قرار دینے کے لئے اس لفظ یا اصطلاح سے عام استدلال کرنا درست نہیں- الا یہ کہ اس بات کی دلیل قائم ہو جائے کہ وہ خاص کاروباری معاملہ شرعی اصطلاح کا مدلول (مراد) ہے- ،، ظاہر ہے کہ امام جصاص رح کا اس مسئلہ کے حل کے لئے طریقہ کار اس سے بہت مختلف ہے جو مفتی صاحب نے پیش کیا ہے اور جس کی رو سے ربوا کا مفہوم ''پہلے سے معروف اور تمام عرب میں جانا پہچانا ہوا تھا- یہ حدیث بھی نہ ہوتی تو صرف لغت عرب اس کے بتلانے کے لئے کافی تھا-،، (ص-۱۰۰)- مفتی صاحب کے نزدیک تو حدیث کے بغیر بھی ربوا کے معنی جانے پہچانے تھے- مودودی صاحب کی بصیرت اس سے آگے تک لے جاتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''چونکہ الربوا ایک خاص قسم کی زیادتی کا نام تھا اور وہ معلوم و مشہور تھی- اس لئے قرآن مجید میں اس کی کوئی تشریح نہیں کی گئی اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے- اسے چھوڑ دو''- (ص ۱۳۶) - امام جصاص رح چوتھی صدی ہجری کے فقیہہ و مفسر ہیں (متوفی ۳۷۰ھ) - کون کہتا ہے کہ چودھویں ہجری تک پہنچتے ہوئے ہمارے فقہا، و مفسرین کی بصیرت میں بڑھوتری نہیں ہوئی؟

ہمیں امام جصاص رح کے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ ربوا کی اصطلاح صوم، صلواۃ، زکواۃ وغیرہ تشریعی اصطلاحات کی طرح ہے- ہم نے اس مقالے کے پہلے حصہ میں تفسیری روایات اور تاریخ کی روشنی میں یہ واضح کر دیا ہے کہ ایک خاص قسم کا جابرانہ معاشی کاروبار نزول قرآن کے وقت موجود تھا جسے ربوا کہتے تھے- اس کے باوجود ہم امام جصاص رح کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یہ دیکھیں گے کہ مندرجہ بالا تعریفیں کسی دلیل پر قائم ہیں یا نہیں- کیا یہ قرآن کی کسوٹی پر پوری اترتی ہیں؟ کیا احادیث کی رو سے یہ صحیح ہیں یعنی جامع اور مانع ہیں- کیونکہ تعریف کی صحت اس کی جامعیت اور مانعیت میں مضمر ہے؟

قرآن کی رو سے تو مندرجہ بالا کوئی تعریف درست نظر نہیں آتی کیونکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا کہ ہم اس مقالے کے پہلے حصہ میں بیان کر آئے ہیں (۱) قرآن کے اپنے واضح الفاظ (۲) اس کی تنزیل کی تاریخی ترتیب اور (۳) تابعی مفسرین کی روایات کی رو سے الربا فی التضعیف یعنی ربوا چند در چند ہونے میں مضمر ہے۔

احادیث کے معارضے اور الجھاؤ کے باوجود ان سے اس ضمن میں یہ چند باتیں متبادر ہوتی ہیں :-

(۱) حضرت عمر رض کی طرف جو اثر منسوب ہے اور جس کی صحت پر ہم اس دوسرے حصے کے شروع میں بحث کر چکے ہیں ، اس کی رو سے ربوا کی جامع اور مانع تعریف ممکن ہی نہیں۔ تعجب ہے کہ ہمارے موجودہ اہل قلم ایک طرف تو اس اثر کی نہ صرف صحت بلکہ اہمیت پر زور دیتے ہیں، دوسری طرف ربوا کی تعریف کو ''جانا پہچانا'' اور ''مشہور و معروف'' بھی مانتے ہیں۔ لیکن ان اہل قلم کے برخلاف متقدمین کو اس اشکال کا احساس ہے - چنانچہ امام جصاص رح لکھتے ہیں :—

ان الربا قد صار اسما شرعیا لانه لوکان باقیا علی حکمه في اصل اللغة لما خفی علي عمر لانه کان عالما باسماء اللغة لانه من اهلها ویدل علیه ان العرب لم تکن تعرف بیع الذهب بالذهب والفضة بالفضة نساء ربا وهو ربا في الشرع واذکان ذالکک علی ما وصفنا صاربمنزلة سائر الاسماء المجملة المفتقرة الی البیان - (احکام القرآن' ج ۱ - ص ۴۶۲) —

یعنی '' ربوا '' اصطلاح شرعی بن گیا ہے کیونکہ اگر وہ اپنے اصلی لغوی معنے میں باقی رہتا تو حضرت عمر رض پر اس کے معنی مخفی نہ رہتے کیونکہ وہ اہل زبان ہونے کی وجہ سے لغوی معنوں کو جانتے تھے - اور اس بات پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اہل عرب سولے کو سونے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور چاندی کو چاندی سے ادھار کے لین دین کو ربوا نہیں سمجھتے تھے - جب کہ شریعت کی رو سے یہ ربوا ہے - چونکہ صورت امر وہ نہیں ہے جو ہم نے بیان کی اس لئے ربوا ان تمام الفاظ کی طرح ہوا جو مجمل ہیں اور محتاج تشریح و بیان '' -

(۲) مندرجہ بالا تعریف حدیث کی رو سے جامع نہیں - کیونکہ ان میں سے کسی تعریف کا اطلاق ربوا الفضل پر نہیں ہوتا - (ملاحظہ ہو اس بارے میں احادیث کے معارضے کی کیفیت پر صفحہ ۶۶-۶۷) - تعجب ہے کہ ایک طرف مفتی صاحب اور مودودی صاحب اوپر کی تعریفات بالخصوص کل قرض جر منفعۃ فھو ربآ (ہر وہ قرض جس سے نفع اٹھایا جائے وہ ربوا ہے) پر اپنا زور قلم صرف کرتے ہیں - (مفتی صاحب کے ارشادات اوپر نقل ہو چکے ہیں - مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ''فقہائے اسلام بھی پہلی (؟!) صدی ہجری سے آج تک اس اصول پر متفق رہے ہیں کہ ''کل قرض جر منفعۃ فھو ربآ'' ہر قرض جس کے ساتھ (کذا) نفع حاصل کیا جائے ربوا ہے'' - (ملاحظہ ہو رسالہ ''سود'' ص ۲۹۹) - دوسری طرف یہ اصحاب ربوا الفضل کو جس میں سرے سے قرض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ربوا تسلیم کرتے ہیں - (مسئلہ سود' ص ۱۰ تا ۱۱ سود ص ۱۴۷ تا ص ۱۵۰) -

(۳) تعریف زیر بحث اس طرح مانع بھی نہیں - کیونکہ صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل احادیث کی رو سے قرض پر ادائیگی کے وقت زیادتی ربوا نہیں بلکہ حدیث کے الفاظ میں ''حسن قضا'' ہے - امام مسلم رح نے اس موضوع پر ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے :

باب من استسلف شیأً فقضی خیراً منه و خیرکم احسنکم قضاء

یعنی '' باب جس نے کوئی چیز قرض لی اور اس سے بہتر لوٹا دی اور یہ کہ تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرض کی ادائیگی کے وقت سب سے اچھا ہو"۔ اس باب میں ایک حدیث یوں ہے :—

حد ثنا ابو الطاهر احمد بن عمرو بن سرح اخبرنا ابن وهب عن مالك بن انس عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن أبي رافع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم استسلف من رجل بكرا فقدمت عليه ابل من ابل الصدقة فأمر أبا رافع ان يقضي الرجل بكره فرجع أبو رافع فقال لم اجد فيها الا خيارا رباعيا فقال أعطه اياه ان خيار الناس أحسنهم قضاء۔

یعنی "حضرت ابو رافع رض (مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کم عمر اونٹ لیا۔ جب رسول اللہ صلعم کے سامنے صدقہ کے اونٹ پیش ہوئے تو آپ نے ابو رافع رض کو حکم دیا کہ اس شخص کو اس کا کم عمر اونٹ لوٹا دیا جائے۔ ابو رافع رض لوٹے اور انہوں نے بتایا کہ سارے اونٹ اچھے، چنے چنے، اور چھ چھ سال کے پلے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا ان ہی میں سے دے دو۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے اچھے وہ ہیں جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھے ہوں"۔ یہی روایت بہ ادنی تغیر الفاظ حضرت ابورافع رض سے ایک اور سلسلے سے اور حضرت ابو ہریرہ رض سے تین طریقوں سے مروی ہے۔

حضرت ابو رافع رض والی روایت صحیح مسلم کے علاوہ موطا امام مالک کتاب البیوع، باب ما یجوز من السلف میں یحیی عن مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی رافع کی سند سے موجود ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض والی روایت صحیح بخاری کتاب الاستقراض، باب استقراض الابل میں بھی ہے۔ (ایضاً ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد کتاب البیوع، باب حسن القضاء۔ سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب السلم فی الحیوان۔ جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی استقراض البعیر اوشیء من الحیوان۔ سنن نسائی، کتاب البیوع،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باب استسلاف الحیوان واستقراضه - سنن دارمی ، طبع دمشق ، سنه ۱۳۴۹ ھ ، ج ۲ ، ص ۲۵۴ ، کتاب البیوع ، باب في الرخصة في استقراض الحیوان اور مسند احمد بن حنبل، محوله بالا، ج ۶، ص ۳۹۰)-

مندرجه بالا مشهور حدیثوں سے بعض دلوں میں شبهه یه گزرا ھے که ربوا کا یوں ''حسن قضا'' کی نیکی میں تبدیل هوجانا صرف مویشیوں کی خرید و فروخت کی حد تک ھے - یه خیال صحاح کی کتابوں کے ابواب کے عنوانات مندرجه بالا میں سے اکثر سے عیاں ھے۔ اگر یه خیال صحیح هو تب بھی دو باتیں قابل غور هیں - اولاً قرض کی ادئیگی کے وقت راس المال پر زیادتی اگر مویشیوں کے معاملے میں ربوا نهیں تب بھی کل قرض جر منفعةً فهو رباً کی کلیت کا کیا بنا ؟ ثانیاً ، جو معامله مویشیوں کے بارے میں حسن قضا کی نیکی هو وهی مویشی کے علاوه مال میں خدا اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کی عظیم ترین برائی بن جائے یه کیوں کر ممکن ھے ؟

سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث سے یه ظاهر هوتا ھے که مال اور مویشی کے درمیان ایسا واضح نامنصفانه امتیاز ذات رسالتماب کی طرف منسوب نهیں کیا جاسکتا - سنن ابی داؤد کی حدیث کے الفاظ یه هیں -

حد ثنا احمد بن حنبل حد ثنا یحیی عن مسعر عن محارب قال سمعت جابر بن عبدالله یقول کان لی علی النبی صلی الله علیه وسلم دین فقضانی وزادني (کتاب البیوع، باب حسن القضا و مسند احمد بن حنبل، ج ۳ ، ص ۳۱۹)

یعنی '' حضرت جابر بن عبدالله کهتے تھے که ان سے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے قرض لیا تھا جسے لوٹاتے وقت رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اصل پر اضافه فرما دیا ''

علاوه ازیں جیسا که اوپر (صفحه ۶۹-۷۰) پر تفصیل گزرچکی ھے موطا امام مالک اور صحیح بخاری کی حدیثوں کی رو سے مویشی کے ادھار لین دین میں ربوا سرے سے هوتا هی نهیں - اسی مضمون کی حدیث سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل میں بھی موجود ھے جسے هم اوپر (صفحه ۷۰-۷۱) نقل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر آئے ھیں - بات مویشیوں تک محدود نہیں رھتی بلکہ غلاموں اور تانبے کے پیسوں سے ھوتی ھوئی سنن بیہقی کی حدیثوں کی رو سے ھر اس چیز تک پہنچتی ہے جو کھانے پینے کی چیز نہیں اور نہ سونا یا چاندی ہے - (دیکھئے صفحہ ماسبق ۷۶-۷۷) ایسی صورت میں نہ صرف تعریف ''کل قرض جر منفعۃ فھو ربا'' بلکہ مندرجہ بالا تمام تعریفات کا جو حشر ھوتا ہے وہ ظاھر ہے -

(۴) ابن العربی صاحب احکام القرآن کی تعریف محولہ بالا یعنی کل زیادۃ لم یقابلھا عوض (وہ زیادتی جس کے مقابلہ میں کوئی عوض نہ ھو) بہت دلچسپ ہے - اس لئے کہ اشتراکی مدرسۂ فکر کی اصطلاح unearned income (وہ آمدنی جو کمائی نہ گئی ھو) اس کی باز گشت معلوم ھوتی ہے لیکن یہ تعریف قبول کرنے کے بعد مضاربت کی کیا صورت جواز رھتی ہے ؟ مفتی صاحب نے اس تعریف کو اپنی تائید میں پیش کرتے ھوئے شاید اس کے اس ''خطرناک'' پہلو کو نظرانداز فرما دیا - بعض اصحاب کہتے ھیں کہ مضاربت میں نفع نقصان کا ڈر risk زیادتی بہ شکل نفع کا عوض ہے - لیکن آج کل کے بڑے کار و بار big business میں جتنا خطرہ اس کے حصہ داروں کو ھوتا ہے اتنا ھی بینک کے ڈوبنے کا اندیشہ ھوتا ہے یا بینک کو اس قرضے کے ڈوبنے کا ھوتا ہے جو وہ کاروباری لوگوں کو دیتا ہے -

الغرض احادیث کی روشنی میں ربوا کی تعریف کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ھوسکتی - تو کیا اس باب میں تمام احادیث کو یکسر رد کر دیا جائے ؟ کیا ان سے انکار کر دیا جائے؟ **ھمارا جواب قطعی نفی میں ہے -** یہ ضرور ہے کہ ان فقہی احادیث میں ارتقائی عمل جس کے کرشمے ھم نے صفحات ماسبق پر دیکھے ھیں ، ان کے استناد کو مشکوک و مشتبہ بنا دیتا ہے - لیکن ان کے راویوں اور جامعوں کے ساتھ سوء ظن رکھنا اور ان کی کاوشوں کو رد کر دینا سخت نادانی ھوگی - حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں ان کی مساعی کے پیچھے جو روح کار فرما تھی وہ معاشی نظام کے بارے میں قرآنی تعلیمات کی روح تھی - اس لئے ھمیں یہ یقین ہے کہ احادیث کے ربوا کو سمجھنے کے لئے پہلے قرآن کے ربوا کو سمجھنا ضروری ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن نے جاہلیت کے جس ربوا کو حرام قرار دیا ہے ہم اس مقالے کے ابتدائی حصے میں اس کا ذکر کر چکے ہیں ۔ لیکن یہ مسئلہ کا سلبی پہلو تھا اسکے ایجابی پہلو کو دیکھنے کیلئے ہمیں یہ اہم نکتہ ذہن‌نشین رکھنا چاہئیے کہ **قرآن کے نزدیک ربوا کی ضد بیع نہیں بلکہ صدقہ ہے ۔**

مسئلہ کی غلط تعبیریں اس وجہ سے ہوئی ہیں کہ ربوا اور بیع کو ایک دوسرے کا ضد سمجھا گیا اور اس طرح حرمت ربوا کی اخلاقی اہمیت کی جگہ فقہی موشگافیوں نے لے لی ۔ قرآن ربوا کی مذمت کی پہلی ہی تنزیل میں "وما آتیتم من ربا" کے مقابل وما آتیتم من زکوٰۃ کا ذکر کرتا ہے (دیکھئیے صفحہ ۴۵) اس طرح اس سلسلے کی آخری تنزیل میں یمحق اللہ الربا کے ساتھ ہی کہا گیا کہ یربی الصدقات اور ربوا کی ان آیتوں کو سورۂ بقرہ میں صدقات کی تنظیم، ان کے آداب و احکام اور ان کی معاشرہ میں قدر و قیمت پر مشتمل آیات کے طویل سلسلے کے فوراً بعد جگہ ملی ۔ ہم نے مقالے کے پہلے حصے میں یہ واضح کر دیا تھا کہ (۱) قرآن کے صریح الفاظ لا تاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفۃ (۲) اس کی تاریخی تنزیلی ترتیب اور (۳) عہد سلف کی تفسیری روایات سے مبرھن ہے کہ جاہلیت کا ربوا جس کی تحریم قرآن میں آئی اس کی علت الحکم تضعیف فی القرض (قرض کا چند در چند ہو جانا) ہے ۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ دیکھئیے کہ آیات مندرجہ ذیل میں صدقہ کو حقیقی تضعیف فی القرض یعنی ربوا کا مدمقابل قرار دیا گیا ہے :۔

(۱) من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہ لہ اضعافاً کثیرا

(البقرۃ ۲ : ۲۴۵) "کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے سو اللہ اس قرضہ کو چند در چند بہت زیادہ بڑھا دیگا"

(۲) من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہ لہ ولہ اجر کریم

(الحدید ۵۷ : ۱۱) — کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے سو اللہ اس قرض کو چند در چند کر دیگا اور اسے اچھا بدلہ ملیگا"

(۳) ان تقرضوا اللہ قرضاً حسنا یضٰعفہ لکم ویغفر لکم (التغابن ۶۴ : ۱۷) —

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے تو وہ تمہارے لئے اسے چند در چند کر دیگا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا" - اوپر کی یہ تینوں آیتیں سورہ روم کی مذمت ربوا کی پہلی آیت کے دوسرے ٹکڑے وما آتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فا ولئک ھم المضعفون کی تفسیریں نظر آتی ھیں - گویا ان آیتوں میں بھی ربوا اور صدقہ کا تضاد معہود ذھنی ھے -

قرآن کے نزدیک ربوا کی ضد صدقہ ھے - لیکن خود صدقہ کیا ھے ؟ - یہ سوال اپنی جگہ تفصیل طلب ھے ، جس کا یہ موقع نہیں - لیکن ھم یہاں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ گداگری ھرگز نہیں - علاوہ ازیں " وبضدھا تتبین الاشیاء " (چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ھیں) کی حقیقت کے پیش نظر صدقہ اور ربوا کے تضاد پر زور دینا ضروری ھے - خواہ اس بارے میں ھمارے اشارات کتنے مجمل کیوں نہ ھوں - اس لئے کہ ما لا یدرک کلہ لایترک کلہ (جس کا کلی ادراک نہیں ھو سکتا اسے بالکل چھوڑ بھی نہیں دیا جاتا -)

ربوا اور صدقہ ایک تنی ھوئی رسی کے دو سرے ھیں تو بیع ان کے درمیان کہیں معلق ھے - اس تناؤ سے صاف ظاھر ھے کہ قرآن مسابقت Competition اور مرابحت profit-seeking کی جگہ معاونت Co-operation اور مسامحت Mutual Consideration کا داعی ھے - یہی معاونت اور مسامحت صدقہ ، اور مسابقت اور مرابحت ربوا کی روح ھے - لیکن یہ یاد رھے کہ نہ معاونت اور مسامحت فقہی مصطلح صدقہ ھے نہ مسابقت اور مرابحت فقہی مصطلح ربوا - ناقابل تطبیق معارضہ ، ناقابل نظم انتشار ، اور ناقابل حل الجھاؤ کا سبب ان دونوں امور کا خلط ملط ھو جانا ھے - معاملے کی صورت ھمارے نزدیک یہ ھے کہ قرآن کی اخلاقی تعلیم اور اپنے زمانے کی سنت پر تعامل کو ایک تعمیری سانچہ بخشنے کی خواھش احادیث میں اس ارتقائی عمل کی محرک بنی جس کی وضاحت ھم اوپر کر آئے ھوں - ھمیں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نتیجے تک پہنچنے میں امام ابن قیم رحمہ کے مندرجہ ذیل بصیرت افروز خیالات سے بہت مدد ملی ہے - ہم انہیں یہاں پر بالتفصیل نقل کرتے ہیں :—

الربا نوعان جلی و خفی فالجلی حرام لما فیه من الضرر العظیم والخفی حرام لانه ذریعة الی الجلی فتحریم الاول قصداً وتحریم الثانی وسیلة فاما الجلي فربا النسیة وهو الذی کانوا یفعلونه فی الجاهلیة مثل ان یوخر دینه ویزیده في المال وکلما اخره زاد فی المال حتی تصیر المئة عنده الافاً مولفة وفی الغالب لایفعل ذلك الا معدم محتاج فاذا رأی المستحق یؤخر مطالبته ویصبر علیه بزیادة لها له تکلف بذلها لیفتدی من اسر المطالبة والحبس ویدافع من وقت الي وقت فیشتد ضرره وتعظم مصیبته ویعلوه الدین حتي یستغرق جمیع موجوده فیربو المال علی المحتاج من غیر نفع یحصل له ویزید مال المرابی من غیر نفع یحصل منه لاخیه فیاکل مال اخیه بالباطل ویحصل اخوه علی غایة الضرر فمن رحمة ارحم الرحمین وحکمته واحسانه الي خلقه ان حرم الربا ولعن آکله ومؤکله وکاتبه وشاهدیه وآذن من لم یدعه بحربه وحرب رسوله ولم یجئی مثل هذا الوعید فی کبیرة غیره ولهذا کان من اکبر الکبائر وسئل الامام احمد عن الربا الذي لا یشك فیه فقال هو ان یکون له دین فیقول له اتقضی ام تربی فان لم یقضه زاده في المال وزاده هذا فی الاجل وقد جعل الله سبحانه الربا ضد الصدقة فالمرابي ضد المتصدق قال الله تعالی یمحق الله الربا ویربی الصدقات وقال وما آتیتم من ربا لیربوا في اموال الناس فلا یربوا عند الله وما آتیتم من زکوة تریدون وجه الله فاولئك هم المضعفون وقال یا ایها الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا اضعافاً مضٰعفة واتقوا الله لعلکم تفلحون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واتقوا النار التی اعدت للکافرین ثم ذکر الجنة التی اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء وھو ضد المرابین فنھی سبحانه عن الربا الذی ھو ظلم للناس وامر بالصدقة التی ھی احسان الیھم۔ (اعلام الموقعین، مطبوعه دھلی سنه ۱۳۱۳ ھ ' ج ۱، ص ۲۰۰ تا ص ۲۰۱)

یعنی ''رباکی دو قسمیں ھیں (۱) جلی اور (۲) خفی۔ ربائے جلی اپنے ضرر عظیم کی وجه سے حرام کر دیا گیا اور ربائے خفی اس لئے حرام کیا گیا ھے که وہ ربائے جلی کے لئے ذریعه ھے - اس لئے پہلے کی تحریم قصداً ھوئی اور دوسرے کی بطور سد ذرائع کے - ربائے جلی درحقیقت ربا نسیة ھے اور وہ زمانۂ جاھلیة میں یه تھا که قرض کی ادائیگی میں تاخیر اور اصل زر میں زیادتی کر دی جاتی - چنانچه ادائیگی میں جتنی تاخیر ھوتی جاتی اصل میں اتنی ھی زیادتی ھوتی - یہاں تک که سو کے ھزار دو ھزار ھو جاتے - اغلب یه ھے که ادائیگی میں تاخیر پر مفلس اور محتاج ھی مجبور ھوتا - اور جب قرضخواہ چاھتا اپنے مطالبے کو مؤخر کر دیتا اور اس تاخیر پر صبر کر لیتا تاکه اس کے بدلے میں اس کو اصل میں زیادتی کی شکل میں نفع ملے - اور قرضدار اس زائد رقم کی ادائیگی پر مجبور ھوتا تاکه قرضخواہ کے تقاضوں اور قید و بند کی سختیوں کو ٹال سکے - اس طرح وقت ٹلتا جاتا اور ساتھ ھی ساتھ اس کا (مالی) نقصان شدید سے شدید تر ھو جاتا - اس طرح مصیبت بڑھتی جاتی اور اس کا قرض بڑھتا جاتا - یہاں تک که اس کی ساری پونجی اس کی نذر ھو جاتی - یوں محتاج پر قرض کا بوجھ بڑھتا جاتا بغیر اس بات کے که اسے (مالی) نفع حاصل ھو - دوسری طرف قرضخواہ کی دولت بڑھتی جاتی بغیر اس کے که اس بڑھوتری سے اس کے بھائی قرضدار کو کوئی نفع حاصل ھو - اس طرح وہ (قرضخواہ) اپنے بھائی (قرضدار) کا مال ناجائز طریق سے کھاتا رھتا ھے اور اس کا بھائی انتہائی نقصان اٹھاتا رھتا ھے - چنانچه ارحم الرحمین کی رحمت اس کی حکمت اور اپنے بندوں پر اس کے احسان نے ربا کو حرام فرمایا - اور اس کے لینے والے ' دینے والے ' لکھنے والے ، اور گواہ سب پر لعنت فرمائی - اور جو اسے چھوڑنے پر تیار نہیں ان کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چیلنج دیا - اس قسم کی وعید اس کے علاوہ کسی اور گناہ کبیرہ کے بارے میں نہیں آئی - اس لئے ظاہر ہوا کہ کبیرہ گناہوں میں یہ سب سے بڑا گناہ ہے - امام احمد (بن حنبل رح) سے ربا کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ ربا بتلائیے جس میں کوئی شک نہ ہو - انہوں نے فرمایا کہ " غیرمشکوک ربا یہ ہے کہ کسی کا کسی پر قرض ہو اور وہ مقروض سے پوچھے ' کیا تم ادا کرتے ہو یا بڑھوتی دیتے ہو ؟ ' - اگر وہ ادا نہ کر سکے تو قرض خواہ اصل زر میں اور مہلت ادائیگی میں اضافہ کر دے " — اللہ سبحانہ نے ربا کو صدقہ کے ضد کے طور پر بیان کیا - اس طرح ربا لینے والا صدقہ دینے والے کا ضد ہوگا - اللہ نے فرمایا یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات اور فرمایا وما اتیتم من ربوا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عنداللہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ہم المضعفون اور فرمایا

> یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفۃً واتقوا اللہ لعلکم تفلحون واتقوا النار التی اعدت للکافرین ، ،

اس کے بعد جنت کا ذکر فرمایا جو ان متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو تنگی اور فراخی میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور اس طرح وہ ربا لینے والوں کے قطعی ضد ہیں - الغرض اللہ سبحانہ نے ایک طرف ربا سے منع فرمایا کیونکہ یہ لوگوں پر ظلم ہے - دوسری طرف صدقہ کا حکم فرمایا جو ان پر احسان ہے - "

علامہ ابن‌القیم رح کے خیالات پر علامہ رشید رضا رح کا تبصرہ بھی لائق توجہ ہے وہ فرماتے ہیں :—

> فہذا الربا الذی سماہ العلامہ ابن القیم بالربا الجلی وقال الامام احمد انہ الربا الذی لایشک فیہ المحرم بنص القرآن وحدہ : ہو ربا النسیئۃ الذي کانوا یضاعفونہ علی الفقیر الذي لایجد وفاً بتوالی الایام والسنین ہو منخرب البیوت ومزیل الرحمۃ من القلوب ومولد العداوۃ بین الاغنیأ والفقرأ . وما معنی حصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الربا فیہ الابیان ما اراد اللہ تعالی من الربا الذی توعد علیہ باشد الوعید الذی توعد بہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

على الكفر : فهل يسمح لعاقل عقله ان يقول : ان تحريم هذا الربا ضار بالناس او عائق لهم عن انماء ثروتهم . اذا كانت الثروة لا تنموا الا بتخريب بيوت المعوزين لا رضاء نهمة الطامعين ، فلا كان بشر يستحسن انماء هذه الثروة .

(تفسیر المنار، مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۶۷ ھ ، ج ۳ ، ص ۱۰)

یعنی '' یہ ربا جسے علامہ ابن قیم رح نے ربائے جلی کہا ہے اور امام احمد (بن حنبل رح) نے اسے ایسا ربا فرمایا ہے جس کے نص قرآنی سے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں - وہ ربا نسیہ ہے - کہ غریب آدمی دنوں اور سالوں کے گذرنے پر بھی اسے ادا نہ کر پاتا تھا تو اسے چند در چند کرتے جاتے تھے - یہ گھروں کی تباھی لاتا دلوں سے نیکی دور کرتا اور اسراء اور غربا کے مابین نفرت و عداوت کی خلیج حائل کرتا تھا - رسول اللہ صلعم کے ربا کو ربا نسیہ میں حصر کرنے کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ربا کے متعلق منشائے خداوندی کی توضیح فرمادی جس پر خداوند تعالیٰ نے شدید ترین وعید فرمائی ہے- جو حقیقتاً کفر پر وعید سے بھی زیادہ شدید ہے- کیا ایک صاحب عقل کی بصیرت یہ اجازت دے گی کہ وہ کہہ سکے کہ ربا کی یہ تحریم لوگوں کے حق میں نقصان دہ ہے اور ان کو دولت میں اضافے سے روکتی ہے ؟ سرمایہ اگر غریبوں کے گھر کی تباھی اور لالچی لوگوں کے حرص کی تسکین کے بغیر نہ بڑھ سکتا ھو تو کوئی ایسا انسان نہیں جو دولت کی اس بڑھوتی کو نظر استحسان سے دیکھے - ''

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ھوا کہ قرآن کا ربوا جس کی حرمت کا حکم واضح ہے وہ ہے جسے امام ابن قیم رح ''ربائے جلی'' کہہ رہے ھیں اور جس کی خصوصیت تضعیف فی القرض ہے اس کے علاوہ بیوع فاسدہ (کھوٹے کارو بار) کی بہت سی ایسی شکلیں ھیں جن میں ربوا کی روح مرابحت Profit-seeking کار فرما ہے جن کو امام ابن قیم رح نے ''ربائے خفی'' سے تعبیر کیا ہے اور جن پر طبقہ متاخرین کے ایک جلیل ترین محدث علامہ ابن حجر عسقلانی رح کی یہ تعریف صادق آتی ہے کہ :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یطلق الربا علی کل بیع محرم ۔

(فتح الباری ، مطبوعہ مصر ، سنہ ۱۳۱۹ ھ ، ج ۴ ، ص ۲۵۰) - یعنی " ہر حرام بیع پر لفظ ربوا کا اطلاق ہوتا ہے " اسی خیال کو تعمیری سانچہ دینے کی کوششیں احادیث و آثار کے مجموعوں میں ملتی ہیں۔ یہ تمام شکلیں مذموم ہیں لیکن ان پر حرمت ربوا کا عام حکم لگانے سے پہلے ہمیں اس اچھے اصول کو مد نظر رکھنا چاہئے جسے علامہ رشید رضا رح نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے -

التفرقة بین ماثبت بنص القرآن من الاحکام وما ثبت بروایت الاحاد واقیسة الفقہاء ضروریة - (تفسیر المنار ، محولہ بالا ، ج ۳ ، ص ۱۱۳)

یعنی " جو احکام نص قرآن سے ثابت ہیں اور جو روایات آحاد اور فقہاء کے قیاسات سے ثابت ہیں ان دونوں کے درمیان تفریق ضروری ہے " - علاوہ ازیں مصالح مرسلہ کے مسلمہ فقہی اصول کے پیش نظر یہ دیکھنا چاہئے کہ دور حاضر کے معاملات میں کونسی شکلیں امت کے لئے نسبتاً زیادہ مہلک، ربوا کی روح سے زیادہ قریب اور اس لئے جار الی الحرام کی قبیل میں آنے کے لئے فوری توجہ کی مستحق ہیں - زمینداری اور جاگیر داری (مزارعت ، محاقلۃ اور مخابرہ) نفع خوری Profiteering اور ذخیرہ اندوزی hoarding (احتکار) بنکوں کے منافع bank interest کی نسبت " ربائے جلی " سے کہیں قریب تر ہیں - محض لفظی التباس کی بناء پر اس کے خلاف کوئی اجتہاد کرنا وہ غلطی ہے جس کی طرف امام جصاص رح نے ان الفاظ میں ارشاد کیا تھا جنہیں ہم اوپر صفحہ ۸۱ پر درج کر آئے ہیں اور جنہیں ان کی اہمیت کے پیش نظر پھر یہاں نقل کرتے ہیں :

لا یصح الاستدلال بعمومه فی تحریم شئی من العقود الا فی ما قامت دلالته انه مسمی فی الشرع بذلك ۔

یعنی " کسی کاروباری معاملے کو حرام قرار دینے کے لئے کسی اصطلاح شرعی سے عام استدلال کرنا درست نہیں الا یہ کہ اس بات کی دلیل قائم ہو جائے کہ وہ خاص کاروباری معاملہ شرعی اصطلاح کا مراد (مدلول) ہے -"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳)

ہمارے موجودہ معاشیاتی نظام میں بنک کے منافع کا مقام

علم معاشیات کی رو سے بنکوں کے منافع (Interest) کی شرح کی وہی حیثیت ہے جو '' قیمت '' کی ہے۔ یہ شرح ہمارے موجودہ معاشیاتی نظام میں وہی اہم کام سر انجام دیتی ہے جو ''قیمت کی مشینری'' (Price - mechanism) کرتی ہے۔ یعنی قرض کی رسد اور طلب کا نظم و نسق اور قرض کی محدود رسد کی اس کے طلب گاروں میں تقسیم ۔ اگر منافع (Interest) کی شرح یعنی معاشی اصطلاح میں '' روپیہ قرض لینے کی قیمت '' گھٹا کر صفر پر پہنچا دی جائے تو ہمیں ایسی صورت حال کا سامنا کرنا ہوگا جب کہ رسد تو محدود رہے گی مگر طلب لامحدود ہو جائے گی ۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ قرض کی محدود رسد کو ضبط و نظم کے اندر رکھنا اور اس کی تقسیم میں کسے اور کتنی اولیت دی جائے اس کا فیصلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا ۔ بالخصوص ہمارے معاشرے میں جہاں رشوت ، رشتہ داری اور رسوخ کا دور دورہ ہے ' یہ تصور کرنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے کہ قرض کی محدود رسد پر ''قیمت کی مشینری'' کا قابو نہ ہو اور اس کی بے روک ٹوک تقسیم ہو ، تو صحیح استحقاق اور صحیح مقدار قرض کا خیال رکھا جا سکے گا اور سرمائے کی محدود رسد سے ترقیاتی کاموں میں بدرجہ' اتم فائدہ اٹھایا جا سکے گا ۔ ان موجودہ حالات میں بنک کے منافع (Interest) کی شرح ہی سرمایہ کی تقسیم کے لئے واحد بے لاگ معیار رہ جاتا ہے اور قرض کی صحیح ضرورت کے جانچنے کی صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے ۔ وہ یہ کہ طلب گار اس کی مناسب قیمت یعنی منافع کی شرح دینے کے لئے کس حد تک آمادہ ہے ۔ یہ عام تصور کہ بنکوں کے منافع کی یہ شرح بندی من مانی کارروائی ہے کہ جب جی میں آیا بنکوں نے منافع کی شرح گھٹا دی یا بڑھا دی ' بالکل بے بنیاد ہے ۔ مودودی صاحب معاشیات کے ماہرین کے اس مسلک کی جو طلب اور رسد کے قانون کو بنکوں کے منافع کی شرح کی بنیاد بتلاتا ہے ' تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ '' غور کیجئے اس کے معنی کیا ہیں - سرمایہ دار یہ نہیں کرتا کہ سیدھے اور معقول طریقے سے کاروباری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدمی کے ساتھ شرکت کا معاملہ طے کرے اور انصاف کے ساتھ اس کے واقعی منافع میں اپنا حصہ لگائے - اس کے بجائے وہ ایک اندازہ کرتا ہے کہ کاروبار میں اس شخص کو کم از کم اتنا فائدہ ہوگا لہذا جو رقم میں اسے دے رہا ہوں اس پر مجھے اتنا سود ملنا چاہئے - دوسری طرف کاروباری آدمی بھی اندازہ کرتا ہے کہ جو روپیہ میں اس سے لے رہا ہوں وہ مجھے زیادہ سے زیادہ اتنا نفع دے سکتا ہے - لہذا سود اس سے زیادہ نہ ہونا چاہئے - دونوں قیاس (Speculation) سے کام لیتے ہیں "- ("سود" - ص ۸۷ تا ص ۹۷) -

معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب نے بنک کاری کے نظام پر غور نہیں کیا - وہ جس قسم کے مول تول کی تصویر کھینچ رہے ہیں وہ مہاجنی سود کی تصویر تو ہوسکتی ہے بنکوں کے مالیاتی نظام سے اسے دور کا واسطہ بھی نہیں - چھوٹے دکانداروں کی قیمتوں کے نرخ میں کمی بیشی تو ممکن ہے بلکہ ہوتا ہی ایسا رہتا ہے - لیکن بنکوں کے منافع (Bank Interest) کی شرح میں بقدر نصف بلکہ ربع فی صدی کی کمی بیشی بھی بہت سے معاشی عوامل کے تحت ہوتی ہے اور خود بہت بڑا عامل بن جاتی ہے - بنک کے منافع کی شرح کا تعین قرضخواہ اور قرضدار کے درمیان طے شدہ کسی شرط یا معاملے کا نتیجہ ہرگز نہیں - بلکہ اس کا تعین تو دوسرے بہت پیچیدہ عوامل پہلے سے طے کرچکے ہوئے ہیں "

معاشیات کے بعض ماہروں کے خیال کے مطابق بنکوں کے منافع کی شرح بتدریج گھٹا کر صفر کی حد تک پہنچائی جا سکتی ہے - درحقیقت معاشی نظام میں رجحان اس شرح کو گھٹانے کی طرف ہی رہا ہے - لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ ملک میں حقیقی دولت اور سرمایہ کی مقدار زیادہ سے زیادہ وافر موجود ہو - جس قدر ملک میں سرمایہ بڑھے گا، اسی قدر یہ شرح گھٹے گی - جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے سرمایہ کی رسد کے محدود اور طلب کے لا محدود ہونے کی صورت میں منافع کی شرح کا کنٹرول باقی رکھنا ناگزیر ہوگا - لیکن اگر سرمایہ کی رسد محدود نہ رہے، بلکہ قرض کی رسد اور طلب میں مساوات یا تقریباً مساوات کی کیفیت پیدا ہو جائے، تو شرح منافع کے اس عنصر کو یقیناً ختم کیا جا سکتا ہے - لیکن یہ صورت حال ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی سی ترقی یافتہ معیشت میں پیدا نہیں ہوسکی ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو پاکستان جیسے ملک میں ایسی صورت کے پیدا ہونے کی مستقل قریب میں امید نہیں رکھی جا سکتی - ہمیں اپنے ملک میں ایسی صورت حال کے پیدا کرنے کے لئے افزائش دولت کی ان تھک جدوجہد کرنی ہوگی اور جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو بنکوں کے منافع کی موجودہ شرح کو گوارہ کرنا ہوگا -

اشتراکی مدرسہ فکر کے معاشی ماہروں کے نزدیک بنکوں کے منافع کی شرح کی صورت بہت مختلف ہے- اشتراکیت کے نظریئے کے تحت قدر زائد Surplus Value یعنی نفع پیدا کرنے والا عنصر سرمایہ قطعاً نہیں بلکہ صرف محنت ہے - اس نظریئے کے تحت بنکوں کے منافع کیا معنی کسی قسم کے بیوپاری نفع یا سود کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہئے - نہ صرف مزارعت بلکہ مضاربت بھی اس نقطہ نظر سے ناقابل قبول ہے - لیکن موجودہ اشتراکی مالیاتی نظام کو جیسا کہ وہ روس، یوگوسلاویہ یا دوسرے اشتراکی ملکوں میں رائج ہے، اپنے اس بنیادی اور اہم ترین نظریے کے برخلاف بنکوں کے منافع کو قبول کرنا پڑا ہے- ان کی تاویل یہ ہے کہ موجودہ عبوری دور میں اس سے مفر نہیں البتہ جب اشتراکیت کا مقصد اعلیٰ حاصل ہوجائے گا اور '' ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق '' کے اصول پر تنظیم دولت کا اشتمالی (Communist) نظام قائم ہوجائے گا تب بنک کاری کے موجودہ نظام کی جگہ دوسرا نظام لے گا - اشتراکیت کا یہ موعودہ نظام کہاں تک ممکن العمل ہے اس سے قطع نظر اگر ہم نے اشتراکی نظام معیشت اختیار کیا تو اس کی پابندیاں اور اس کا جبر بھی قبول کرنا ہوگا جس کے لئے شاید ہم میں سے اکثر تیار نہ ہوں -

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں قرآن جس معاشی نظام کا داعی ہے اس کی بنیاد معاونت اور مسامحت کے جذبے یعنی صدقہ پر (جو گداگری ہرگز نہیں) رکھی گئی ہے - یہ معاشی نظام جس حد تک معاونت کا مطالبہ کرتا ہے اس کی جھلک مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کے عظیم واقعہ میں نظر آتی ہے - صدقہ کے جذبہ صادق پر قائم شدہ اسلامی، رفاہی، تعاونی، دولت مشترکہ (Welfare Co-operative Conmonwealth) میں بنکوں کے منافع کی شرح بندی کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی - وہاں تو مسابقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی الخیرات کا جذبہ کار فرما ہوگا ۔ اس عظیم و ارفع مقصد کے لئے جدوجہد کرنا موجودہ زمانے کا جہاد اکبر ہے ۔ اسی جہاد اکبر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم حقائق سے خواہ وہ کیسے ہی تلخ کیوں نہ ہوں آنکھیں نہ بند کریں ۔ ان میں ایک تلخ ترین حقیقت یہ ہے کہ ہمارا موجودہ معاشرہ قرآن کے اعلیٰ معیار سے بہت دور ہے بلکہ اگر ان میں بعد المشرقین کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا ۔ ایسی صورت میں معاشرے کی اصلاح کئے بغیر بنکوں کے منافع کو منسوخ کردینے اور قرض حسنہ پر معاشی نظام کی بنیاد رکھنے کی دعوت دینا معاشی موت کو بلانا ہے ۔ حکومت سے مطالبہ کرنا کہ سڑکوں، اسپتالوں، تعلیم گاہوں وغیرہ کی تعمیر اور دوسرے غیر نفع بخش رفاہی کاموں کے لئے بغیر منافع کے قرضے جاری کرے، آجکل کے معاشرتی حالات میں در پردہ ان رفاہی کاموں کی تنسیخ کا مطالبہ ہے ۔ اسلام اور مسلمانوں سے یہ دوستی وہ ہے جس کے بارے میں غالب نے کہا تھا ۔ ع

ہوئے تم دوست جس کے اسکا دشمن آسماں کیوں ہو

(۴)

خلاصۂ مباحث

(۱) (الف) قران حکیم کے اپنے واضح الفاظ

لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفة ۔

(ب) تحریم ربوا کی آیتوں کی تنزیل کی تاریخی ترتیب،

(ج) ربوا کی حقیقت کے بارے میں جلیل القدر تابعی مفسرین قرآن کے آثار اور

(د) ذروا ما بقی من الربوا والی آیت کا شان نزول بتانے والی احادیث کی روشنی میں ۔

ربوا کی تعریف یہ ہوگی کہ "ادائیگی قرض کی مقررہ مدت میں تاخیر کے عوض میں راس المال پر اتنا اضافہ جس سے وہ اضعافا مضاعفہ ہو جائے ربوا ہے۔"

(۲) اس ربوا کی فوری قانونی ممانعت ضروری ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) قرآن حکیم نے ' ربوا ' کا ضد ' صدقہ ' بتایا ہے جو گداگری ہرگز نہیں - اس کے پیش نظر ایسے معاشی نظام کو استوار کرنا جس کی بنیاد معاونت اور مسامحت کے جذبے پر ہو مسلمانوں کا اخلاقی فرض ہے اور اس کے لئے حکومت اور عام مسلمانوں کا باھمی تعاون ضروری ہے -

(۴) احادیث میں اسی اخلاقی خیال کو وسعت دی گئی ہے - لیکن احادیث کے شدید معارضے اور قدمائے محدثین کے صحاح کا بعد کے محدثوں کے مجموعہ ھائے احادیث سے موازنہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ربوا کی احادیث میں ارتقائی عمل کارفرما رہا ہے -

(۵) قرآن حکیم کے جذبہ صدقہ کی تلقین اور احادیث سے اس قرآنی تعلیم کی تائید و تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اقتصادی معاملات کی تمام فاسد شکلیں علامہ ابن قیم رح کی اصطلاح میں '' ربائے خفی '' کہی جا سکتی ہیں - لیکن بعد کی اس اصطلاح کا قرآن کی اصطلاح سے جو درحقیقت فقہی مصطلح ربوا ہے امتیاز قائم رکھنا ضروری ہے -

(۶) قرآن حکیم اور اس کی مؤید احادیث جس معاشی نظام کے قیام کی دعوت دیتے ہیں اس میں معاونت کے جذبے کی کما حقہ پرورش اور اس کے مطابق معاشرے کی اصلاح بنکوں کے منافع اور بنک کاری کے موجودہ نظام کو کالعدم کر دے گا جو عین منشائے قرآن و سنت ہے -

(۷) جب تک معاشرے کی مندرجہ بالا نہج پر اصلاح نہ ہو جائے بنکوں کے منافع کو یک قلم منسوخ قرار دینا ملک کی اقتصادی زندگی اور امت کی معاشی بہبودی کے لئے مہلک اور خلاف منشائے قرآن و سنت ہے -

(۸) قرآن و سنت کے مسلمہ اصول تدریج و تیسیر کے پیش نظر بنکوں کے منافع کی قانونی ممانعت سے قبل مزارعت یعنی زمینداری Feudalism اور احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی Hoarding جیسے صریحی ظالمانہ معاملات کے خلاف قانونی اقدام ضروری ہے -

(۹) بنکوں کے منافع کی شرح کو صفر تک پہنچانے یا بہ الفاظ دیگر اسے ختم کرنے کے مستحسن مقصد کے حصول کے لئے ملک میں زیادہ سے زیادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افزائش دولت کے لئے ہر پاکستانی کو ان تھک محنت کرنی لازمی ہے تاکہ سرمایہ کی رسد اس کی طلب کے مساوی یا تقریباً مساوی ہو جائے اور بنکوں کے منافع بلکہ نفع حاصل کرنے کے عام جذبے کی بنیاد ہی ختم ہو جائے ۔

(۱۰) حکومت کے اقدامات اور اصلاح معیشت و افزائش دولت کے لئے جمہور ملت کی اجتماعی کوششوں ہی سے وہ رفاہی تعاونی دولت مشترکہ (Welfare Co-operative Commonwealth) قائم ہو سکتی ہے جو موجودہ زمانے کے حالات کے اندر اسلام کے معاشی نظام کو نافذ کرنے کی واحد صورت ہے ۔

الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا واللہ واسع علیم (البقرہ ۲ : ۲۶۸)

© rasailojaraid.com